بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم

رسُول کی دُعا

دِلوں کا چَین

مجددِ دوراں غوثِ زماں مفتی سوادِ اعظم رئیس المحققین امام المتکلمین
تاجدارِ اہلسنت شیخ الاسلام سلطان المشائخ علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی

تلخیص وتحشیہ
ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی

شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد (رجسٹرڈ)
(مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔ حیدرآباد-اے پی)

﴿ بہ نگاہ کرم مجدد دوراں، غوث زماں، مفتی سوادِ اعظم، تاجدارِ اہلسنت، امام المتکلمین
مفسر اعظم حضور شیخ الاسلام سلطان المشائخ رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی ﴾

نام کتاب : رسول کی دُعا دِلوں کا چین

خطبہ : تاجدارِ اہلسنت حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی حفظہ اللہ
(منعقدہ بہادر شاہ ظفر گراونڈ ملے پلی حیدرآباد اپریل ۱۹۸۰)

تلخیص وتحشیہ : ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی

تصحیح ونظر ثانی : خطیب ملت مولانا سید خواجہ معزالدین اشرفی

ناشر : شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد (دکن)

اشاعت اُول : مارچ ۲۰۰۷ تعداد : ۵۰۰۰ (پانچ ہزار)

قیمت: 20 روپیئے

ملک التحریر علامہ محمد یحییٰ انصاری اشرفی کی تصنیف

﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ بے شک منافق لوگ سب سے نیچے طبقہ میں ہیں جہنم کے

قَصَصُ الْمُنَافِقِیْن (من اٰیاتِ القرآن)

کائنات کے تمام فتنوں میں سب سے بڑا فتنہ اور تمام آفات میں سب سے بڑی و بُری آفت نفاق ہے نفاق سب سے مہلک، خطرناک، موذی اور متعدی مرض ہے جو کسی بھی وقت لاحق ہوسکتا ہے۔ نفاق انسان کے ذہن وفکر پر اثر انداز ہوتا ہے اور اُس کی زندگی کا دَھارا ہی بدل دیتا ہے۔ جو افراد اس مرض کا شکار ہیں بڑے خطرناک فتنہ انگیز، فتنہ گر، فتنہ پرور اور فتنہ پرواز ہوتے ہیں۔ ایسے افراد لوگوں کی زندگی متزلزل اور خاندان کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیتے ہیں، جماعتوں میں گھس کر گروہ بندیاں پیدا کرتے ہیں، ملی اتحاد کے بدترین دشمن ہوتے ہیں۔ نفاق کا حال طاعون کا سا ہے اور منافق وہ چوہا ہے جو اس وباء کے جراثیم لئے پھرتا ہے۔ اس کتاب میں آیات قرآنی کی روشنی میں منافقین کے قصص علامات نفاق، منافقانہ اعمال وافعال، منافقت اور تقیہ، مصالحت اور صلح کلیت کی پالیسی، خارجیت اور منافقت، فتنہ نفاق کا تاریخی جائزہ......دورِحاضر کے منافقین کا حقیقی چہرہ بے نقاب کردیا گیا ہے۔

مکتبہ انوارالمصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔حیدرآباد (9848576230)

فہرست مضامین

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
رسول کی دُعا دِلوں کا چین	۵	حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر نہ	۲۵
قبولیت اعمال کی سند	۶	ہونے والے کی بخشش نہیں ہوگی	
اعمال کی پاکیزگی	۶	نبی کی دُعا دِلوں کا چین ہے	۲۶
ظاہر اور باطن کی پاکیزگی	۸	ائمہ مجتہدین اور علماء	۲۸
علم وفہم والے بھی بہکتے ہیں	۹	جائز اور ناجائز کام	۲۹
تصوف کی اصل	۱۰	نبی کے معنیٰ	۳۱
رسول تزکیہ عطا فرماتے ہیں	۱۲	نبی کی ضرورت	۳۵
صحابہ کرام کا عقیدہ ۔ دل کی صفائی	۱۹	رسول کے تشریعی اختیارات	۳۶
نبی کی دُعا اور قانون مغفرت	۱۹	رسول کو حلال وحرام کا اختیار	۳۷
بارگاہ رسالت میں صحابہ کرام کی حاضری	۲۱	رسول جو دیں وہی شریعت ہے	۴۱
حضور ﷺ کی دُعا مسلمانوں کے لئے	۲۳	تشریعی اختیارات کی مثالیں	۴۲
مغفرت کا وسیلہ ہے ۔ طلب مغفرت کے لئے		حضور نے مدینہ منورہ کو حرم بنایا	۴۳
بارگاہ رسالت میں آنے سے منافقین کا انکار	۲۳	خصوصی مراعات دینے کا اختیار	۴۳

ملکُ التحریر علامہ محمد یحییٰ انصاری اشرفی کی تصنیف

سُنت و بدعت: سنت کی فاضلانہ تشریح اور بدعات ومنکرات ایک محققانہ جائزہ

صاحبِ شریعت حضور ﷺ کے کلام میں 'سنت و بدعت' دو مختلف ومتقابل چیزیں ہیں' اسی لئے اُن میں سے کسی ایک کا تعین اُس کی ضد کے تعین پر موقوف ہے۔ اگر کوئی یہ نہ سمجھے کہ بدعت کسے کہتے ہیں وہ سنت کو نہیں سمجھ سکتا۔ جو کام حضور ﷺ کے طریقہ کے مطابق ہوگا وہ سنت میں داخل ہوگا اور جو کام حضور ﷺ کے طریقے اور سیرت کے خلاف ہوگا وہ بدعت میں داخل ہوگا۔ اسلام میں کارِ خیر کا ایجاد کرنا ثواب کا باعث ہے اور بُرے کام نکالنا گناہ کا موجب۔

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔حیدرآباد (9848576230)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ   صَلِّ عَلٰی شَفِیۡعِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد
مَنَّ عَلَیۡنَا رَبُّنَا اِذۡ بَعَثَ مُحَمَّدًا   اَیَّدَہٗ بِاَیۡدِہٖ اَیَّدَنَا بِاَحۡمَدًا
اللہ نے ہم پر احسان فرمایا کہ حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا   اپنی تائید سے آپ کی مدد فرمائی حضور احمد مجتبیٰ سے ہماری مدد فرمائی
اَرۡسَلَہٗ مُبَشِّرًا اَرۡسَلَہٗ مُمَجَّدًا   صَلُّوۡا عَلَیۡہِ دَآئِمًا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ سَرۡمَدًا
اللہ نے آپ کو خوشخبری دینے والا اور باکرامت بنا کر بھیجا   اے مسلمانو تم آپ پر ہمیشہ ہمیشہ درود پڑھتے رہو

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

آیئے کام کچھ کریں آج ملائکہ کے ساتھ   نام ہو اولیاء کے ساتھ، حشر ہو انبیاء کے ساتھ
شغل وہ ہو کہ شغل میں کردے ہمیں خدا کے ساتھ   پڑھئے درود جھوم کر سیّد خوش نوا کے ساتھ

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

اے میرے مولیٰ کے پیارے   نور کی آنکھوں کے تارے
اب کسے سیّد پکارے   تم ہمارے ہم تمہارے

یا نبی سلام علیک   یا رسول سلام علیک

(حضور محدث اعظم ہند علامہ سید محمد اشرفی جیلانی قدس سرہٗ)

ملک التحریر علامہ محمد یحییٰ انصاری اشرفی کی تصنیف

حقیقتِ شرک : توحید اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اُسے سمجھنے کے لئے شرک کا سمجھنا ضروری ہے جو توحید کے مقابل ہے۔ عبادت اطاعت اور اتباع، ذاتی اور عطائی صفات اور مسئلہ علم غیب، عبادت و استعانت اور شرک کی جاہلانہ تشریح ۔۔ وہ تمام آیات قرآنی جو مشرکینِ مکہ اور کفارِ عرب کے حق میں نازل ہوئیں، سمجھے بے سمجھے مسلمانوں پر چسپاں کرنے والے بدمذہبوں کا مدلل و تحقیقی جواب ۔۔ یہی اس کتاب کا موضوع ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان یاد رہے کہ ہمیں یہ خوف نہیں کہ تم ہمارے بعد شرک میں مبتلا ہو گے (بخاری شریف)

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔حیدرآباد (9848576230)

رسول کی دُعا دِلوں کا چین

الحمد لله رب العالمین والصلوٰة والسلام علیٰ من کان نبیاً وآدم بین المآء والطین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین . أما بعدُ فقد قال الله تعالیٰ ﴿خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمۡ وَتُزَكِّيۡهِمۡ بِهَا وَصَلِّ عَلَيۡهِمۡ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمۡ﴾ (التوبۃ/۱۰۳)

اے محبوب ! جولوگ اپنے اموال کولیکر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں اُن کے اموال کے صدقہ کو قبول کرلو اور اُن کو پاک وصاف کردو اور اُن کے لئے دُعا کرو اس لئے کہ تمہاری دُعا اُن کے دِلوں کا چین ہے۔

بارگاہِ رسالت میں دُرود شریف پیش فرمائیں **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**

﴿☆☆ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو ارشاد فرمایا کہ آپ اُن کے صدقہ کو (علماء نے فرمایا ہے کہ اس سے مرادِ مالِ زکوٰۃ نہیں بلکہ وہ صدقہ ہے جو گناہ کے سرزد ہونے کے بعد انہوں نے دیا) قبول فرمائیے اور اس طرح اُن کو گناہ کی نحوست سے پاک کیجئے اور اُن کے دل کے آئینہ پر گناہ کا جو گرد وغبار ابھی باقی ہے اُسے دُور فرما کر اُسے صاف شفاف کردیجئے۔ صلوٰۃ سے مراد دعا ہے **الصلوة فی کلام العرب الدعاء** یعنی اے حبیب ! اُن کے لئے دُعا بھی فرما دیجئے۔ آپ کی دُعا سے اُن کے بیقرار دِلوں کو تسکین اور بے چین اور مضطرب رُوحوں کو آرام نصیب ہو جاتا ہے۔

حضور رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین ﷺ کی دُعا سب کے دِلوں کا چین، قلب کا قرار، دِلوں کا اطمینان ہے۔حضور انور ﷺ کی دُعا، رب کی رضا ہے۔

تم ہو قرارِ بے قرار، تم ہو دوائے دردِ دِل دِل کی لگی مرے نبی تیرے سوا بجھائے کون

حضور انور ﷺ کا نامِ مبارک بھی قرارِ بے قرار ہے۔ دِلوں کا چین ہے **﴿اَلَا بِذِكۡرِ اللّٰهِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ﴾**

اُن کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو   جب یاد آ گئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں
اُن کا نام مبارک بھی بے چین دل کا چین ہے   جو ہو مریض لا دوا' اُن کی دوا یہ ہی تو ہیں ☆☆﴾

قبولیتِ اعمال کی سند : اے محبوب ! تم اُن کے صدقہ کو قبول کرلو﴿**خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً**﴾ یہ جو اموال لے کر آئے اور صدقہ دے رہے ہیں قبول کرلو۔ میں سوچنے لگا کہ نیک کام آدمی اس لئے کرتا ہے کہ خدا قبول کرے۔ نماز اس لئے پڑھی کہ خدا قبول کرے اور روزہ اس لئے رکھا کہ خدا قبول کرے۔ زکوٰۃ دی' خدا قبول کرے۔ صدقہ دیا' خدا قبول کرے۔ اور یہاں خدا یہ ارشاد فرما رہا ہے اے محبوب ! تم قبول کرلو۔ یہاں یہ اشارہ کردیا' اے محبوب جس کو تم قبول کرے وہ میں قبول کرلوں گا اور جسے تم نے یہاں سے رَد کردیا اُسے میرے یہاں بھی ٹھکانہ نہ ملے گا۔ اگر تم قبول کرلوگے تو اُن کی نماز مومن کی نماز ہوگی۔ اگر تم قبول کرلو گے تو اُن کی زکوٰۃ مومن کی زکوٰۃ ہوگی۔ اگر تم قبول کرلو گے تو اُن کا حج مومن کا حج ہوگا۔ اگر تم قبول کرلو گے تو اُن کے اعمال خیر وخیرات مومن کے اعمال ہوں گے۔ مگر اے محبوب اگر تم قبول نہ کروگے تو اُن کی نماز' منافق کی نماز ہوگی۔ اگر تم نہ قبول کروگے تو اُن کا روزہ' منافق کا روزہ ہوگا۔ اگر تم قبول نہ کروگے تو اُن کا حج منافق کا حج ہوگا۔ اُن کے اعمال منافق کے اعمال ہوں گے۔ اے محبوب ! اُن کو میرا مقبول ہونے سے پہلے تمہارا مقبول بننا ہوگا۔ بس میری مقبولیت کی سند یہ ہے کہ تم قبول کرلو۔ اگر یہ آپ کے ہیں تو میرے ہیں۔ اگر آپ کے نہیں تو میرے بھی نہیں ہیں۔ ہماری نیکیاں تب قابلِ قبول ہیں جب حضور ﷺ کے ذریعہ رب کی بارگاہ میں پیش ہوں یہ ہی صحابہ کرام کا عقیدہ تھا۔ دیکھو صدقہ رب کی عبادت ہے مگر حضرات صحابہ حضور انور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں کہ آپ اپنے ہاتھ شریف سے فقراء کو دیں کہ آپ کے ہاتھ کی برکت سے قبول ہوجائے۔ اے محبوب ! تم اُن کو قبول کرلو۔ واقعی بات بھی عجیب ہے۔ آپ سوچیں گے کہ یہ معاملہ کیا ہے؟

اعمال کی پاکیزگی : اگر بات یہیں پر ختم ہوجاتی تو میں آگے نہ بڑھتا مگر کہا جارہا ہے

﴿تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ﴾ اورانہیں پاک کردو۔ ایک ہے تصفیف اورایک ہے تصفیہ۔ اگر آپ ظاہر کو صاف کریں تو یہ ہے طہارت اور اگر باطن کو صاف کریں تو یہ ہے تصفیہ۔ اے محبوب ! آپ اُن کا ظاہر بھی صاف کردواور اُن کا باطن بھی صاف کردو۔ دوستو' طہارت تو دیتا ہے خدا مگر ملتی ہے درِ مصطفٰے سے۔

اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه

﴿☆☆ آسمان کا سورج ہزار ہا میل سے گندی زمین کو سُکھا کر پاک کرسکتا ہے تو وہ دونوں جہاں کا سچا سورج (سراجا منیرا ﷺ) اپنے ساتھیوں کو کیونکر نہ پاک فرمادے۔ حضور ﷺ پھر تمھیں شرک بُت پرستی کفر وگندے اخلاق' بدتمیزی' عداوت' آپس کے جھگڑے' جدال' جسمانی گندگی غرض کہ ہر ظاہری اور باطنی عیوب سے پاک فرماتے ہیں۔

پاکیزگی صرف نیک اعمال سے نہیں ملتی' وہ تو حضور انور ﷺ کی نگاہِ کرم سے ملتی ہے۔ نیک اعمال' پاکیزگی کا ذریعہ ہیں جیسے قلم خود نہیں لکھتا بلکہ کاتب اُس کے ذریعہ لکھتا ہے۔ صابن کپڑا خود نہیں دھوتا بلکہ دھونے والے کا ہاتھ اس کے ذریعہ دھوتا ہے۔ یہ خوب یاد رکھو یہ قاعدہ تاقیامت جاری ہے۔ باطنی گندگی سے مُراد دِلوں کے امراض ہیں۔ رسول ظاہر کو بھی پاک وصاف کرتے ہیں اور باطن کو بھی۔ امراض کو بڑھنے دیا اور اس کا علاج نہ کیا تو جس طرح جسمانی بیماریاں جسمانی موت کا باعث بنتی ہیں اسی طرح باطن کا مرض قلب ورُوح کا گلا گھونٹ کر رکھ دیتا ہے۔ ﴿فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾

لغت میں بدن کی اس عارضی حالت کو'مرض' کہتے ہیں جس کی وجہ سے اس کے طبعی کاموں میں خلل پڑ جائے' جیسے کہ بخار جسم انسانی کو طبعی کاموں سے روک دیتا ہے لیکن مجازاً ان نفسانی عوارضات کو بھی کہہ دیتے ہیں کہ جو نفس کے کمالات کو ختم کردیں جیسے جہالت' بدعقیدگی' حسد' بغض' دُنیا کی محبت' جھوٹ اور ظلم وغیرہ کہ ان کی وجہ سے نفس کے کمالات زائل ہوجاتے ہیں اور کبھی یہ عیوب کفر تک بھی پہنچا دیتے ہیں جو کہ روحانی موت ہے۔ دل کی بیماریاں چند قسم کی ہیں' ایک وہ کہ جن کا تعلق اخلاق سے ہے جیسے کہ حسد کینہ وغیرہ۔

دوسرے وہ کہ جن کا تعلق افعال سے ہے جیسے کہ بُرے ارادے۔

حضور انور ﷺ ظاہری وباطنی تمام امراض وگندگیوں کو پاک وصاف کردیتے ہیں۔ ☆☆﴾

ظاہراور باطن کی پاکیزگی : تواے محبوب ! تم اُن کو پاک وصاف کردو۔ ظاہر ہے جب بات پاک وصاف کرنے کی آئی تو رسول کو یہ بھی تو معلوم ہونا چاہئے کہ دل میں کیسی گندگی ہوتی ہے اور دِل میں کیسی کدورتیں ہوتی ہیں۔ دِل کی کیا خباثتیں ہوتی ہیں۔ حضورانور ﷺ کوتو یہ معلوم ہونا چاہئے۔ اگرہمیں پتہ نہ چلے کہ کس چیز سے کیا چیز ناپاک ہوتی ہےتو پاک کرنے کا سوال ہی کیا پیدا ہوسکتا ہے۔ لہذا پاک کرنے کے لئے ضروری ہے کہ رسول ان خرابیوں کوبھی دیکھی جو قالب سے متعلق ہیں اوران خرابیوں کوبھی دیکھیں جوقلب سے متعلق ہےاور وہ جب قلب اور قالب کی برائیوں کو دیکھیں گے جب ہی تو وہ پاک کرسکیں گے۔تو خدانے حکم دیا کہ قالب کوبھی سنوارواورقلب کوبھی سنواردو۔ ظاہرکوبھی سنوارو، باطن کوبھی سنواردو۔تو اب حضورانور ﷺ کے لئے ضروری ہوگیا کہ ظاہراور باطن کا بھی علم رکھےاوراس کوصاف کرنے کا کیا ذریعہ ہے وہ بھی جانے۔علاج بھی جانے اورمریض کے مرض کوبھی سمجھے۔ ذراساغورتو کرو ! دوستو ! باطن کا معاملہ تو ایسا ہے کہ گمراہی کا بھی تعلق دل سے ہےاور ہدایت کا بھی تعلق دل سے ہے۔ اگر دل گمراہ ہےتو ساراجسم گمراہ ہے۔ اگر دِل ہدایت یافتہ ہےتو سبھی ہدایت یافتہ۔ اس لئے دل کو بڑی مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اللہ کے رسول نے یہاں تک فرمایادیا کہ انسان کے پہلو کے اندرایسا لوتھڑا ہے ایک ایسا حصہ ہے ایک ایسا ٹکڑا ہے وہ عجیب وغریب ہے۔ اگر وہ فاسد ہےتو ساراجسم فاسد ہوجاتا ہے۔ اگر وہ صالح ہوتو ساراجسم صالح ہوجاتا ہے۔تو حضورﷺ نے ارشادفرمایا وہ دل ہے۔ اور بولنےکوآدمی کیا کیا بولتا ہے کہتا ہے کہ زمانہ بدل گیا۔ آج کل زمانہ بہت خراب ہوگیا ہے مگر میں سوچتا ہوں کہ زمانہ کہاں بدلہ؟ نہ زمین بدلہ نہ آسمان بدلا، نہ چاندسورج بدلے نہ ہوائیں بدلیں، نہ گردش افلاک بدلا نہ لیل ونہار کے گردش میں تغیرآیا۔ کونسی چیز بدلی؟ کچھ نہیں بدلا۔ یہ تمہارے بولنے کی بات ہے یہ کیوں نہیں کہتے کہ دل بدل گیا ہے۔ زمین اپنی جگہ پر ہے آسمان اپنی جگہ پر ہے چاندوسورج کی گردش اپنی جگہ پر ہے لیل ونہاراپنی جگہ پر ہے دریا کی روانی اپنی جگہ پر ہے دل اپنی جگہ پر ہے مگر دل بدل گیا ہےاورایسا بدلا ہے

کہ اپنے رسول کو بھی ماننے تیار نہیں ہے۔ **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**

بولنے پر الزام دوسرے پر رکھنے پر اچھا معلوم ہوتا ہے۔ کبھی بولتے ہیں کہ آنکھ بہک گئی' کبھی کہتے ہیں کہ کان بہک گیا' کوئی کہتا ہے کہ زبان بہک گئی' کوئی بولتا ہے قلم بہک گیا۔ میں کہتا ہوں کوئی نہیں بہکے بلکہ دل بہک گیا ہے۔ جب دل بہگ گیا اس لئے زبان بہک گئی۔ دل بہک گیا اس لئے آنکھ بہک گئی۔ دل بہک گیا اس لئے قلم بہک گیا۔ اس لئے دل کی بڑی اہمیت ہے۔ تو خاص توجہ فرمائیے۔تو اے محبوب ! اُن کے دل کو صاف و پاک کردو **تُطَهِّرُهُمْ** طہارت دے دو۔ بس مجھے اب یہاں سے کہنے دو اور یاد رکھو کہ عبادت سے طہارت نہیں ملتی۔ عمل سے طہارت نہیں ملتی۔ اگر رسول تمہیں پاک کرنا نہ چاہیں تو تمہیں پاکی نہیں ملتی۔ تمہارا علم تمہیں پاک نہیں کرسکتا۔تمہارا عمل تمہیں پاک نہیں کرسکتا۔ تمہاری ریاضت تمہیں پاک نہیں کرسکتی اور تمہارا مجاہدہ تمہیں پاک نہیں کرسکتا۔ آپ کہیں گے کہ یہ عجیب وغریب بات ہے کہ علم اور پاک نہ کرے۔ عبادت اور پاک نہ کرے۔ ریاضت اور پاک نہ کرے۔ سجدے اور پاک نہ کرے۔ نیک عمل اور پاک نہ کرے۔ اگر یہ کہیں گے تو ایک عبادت والا' ایک علم والا خود آکر یہ کہے گہ کہ میرے پاس بھی علم تھا مگر کچھ کام نہ آیا۔ میرے پاس بھی عبادت تھی مگر کچھ کام نہ آئی۔کون ہے جو اس کی عبادتوں کا شمار کرسکے......مگر اس کی عبادت اس کے کام نہ آئی' اور اس کا عمل اس کے کام نہ آیا۔اس کا اتنا علم کہ فرشتوں کو سکھائے اور عبادت ایسی کہ فرشتوں میں مل جائے مگر توہین مصطفٰے اور توہین نبی کا ارتکاب کیا تو نہ اسے علم بچاسکا نہ عبادت بچاسکی۔ جب کہ وہ ملائکہ میں شمار کرکے نکالا جاسکتا ہے تو کوئی مومنین میں شمار کرکے کیوں نہیں نکالا جاسکتا

اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه

علم وفہم والے بھی بہکتے ہیں : یہ کوئی ضروری نہیں کہ بہکنے والا ناسمجھ' بےعلم' بے عمل ہو۔ہم تو دیکھتے ہیں کہ اگر بہکنے کی صورت آئی تو عمل کرکے بہک گیا' اور وہ ایسا ویسا علم نہیں۔

ہمارا تمہارا ایمان بالغیب ہے اور اُس کا ایمان بالشہادۃ ہے جنت کو دیکھ کر مان رہا ہے ملائکہ کو دیکھ کر مان رہا ہے خدا کی گرفت اور اُس کے عذاب کی شدت کو ابلیس جتنا سمجھے گا آپ ہم ایمان بالغیب والے کیا سمجھیں گے۔ اس کے باوجود وہ بہک گیا۔ فلسفہ توحید پر اُس کی شدت کی انتہا یہ ہے کہ غیر خدا کے آگے ہرگز نہ جھکیں گے' چاہے خدا ہی جھکائے۔ یہ اُس کا فلسفہ تھا کہ خدا بھی جھکائے تو نہ جھکیں گے۔ ایسی توحید کی اُس نے مثال قائم کی۔ اس لئے کسی عارف نے کیا پیاری بات کہی کہ ابلیس عابد تو ضرور تھا عارف نہیں تھا۔ اُس کی عبادت کا ہم شمار نہیں کر سکتے' اُس کی گنتی نہیں کر سکتے۔ اس کے عمل کی تعداد بیان نہیں کر سکتے۔ ذرا سا غور تو کرو وہ فرشتوں کو تک درس دیتا تھا۔ فرشتوں کو ذاتِ الٰہیہ اور صفاتِ ربّانیہ کی تعلیم دے رہا ہے **معلم الملکوت** اسی لئے اس کا خطاب ہی پڑ گیا' اس کے باوجود بہک گیا۔ اتنا سیکھنے' سکھانے کے بعد بہک گیا۔ اتنی عبادت کے بعد بہک گیا۔ خیر وہ بہکا اُس کے لئے تو بُرا ہوا مگر ہمارے لئے یہ اچھا ہوا کہ ہم سمجھ گئے کہ علم والے بھی بھکتے ہیں' عبادت کرنے والے بھی بھکتے ہیں' سجدہ کرنے والے بھی بھکتے ہیں **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه** اب اگر تم نے کبھی یہ سوال پیدا کیا کہ تم اتنی بڑی بڑی کتابیں پڑھ کر کیسے بہک گئے؟ وہ خالق کو یاد کر کے کیسا بہک گئے؟ وہ قرآن کو یاد کر کے کیسا بہک گئے؟ وہ سجدہ کر کے کیسا بہک گئے؟ تو شیطان آ کر کہے گا جیسا کہ میں بہک گیا **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**

☆☆ **تصوف کی اصل** : تصوف تزکیہ باطن' تصفیہ نفس اور تعمیر اخلاق حسنہ بے غرضی بے نفسی کا نام ہے اور یہ باتیں کتاب اللہ' سنت رسول اللہ کی اتباع اور اعمال حسنہ کی مداومت سے حاصل ہوتی ہے اس لئے تزکیہ واحسان کے لفظ سے بھی تصوف کی تعبیر کی جاتی ہے۔ تزکیہ واحسان جسے بعد میں تصوف کی اصطلاح دی گئی اس کے ماخذ ومصادِر دَرحقیقت قرآن وسنت ہی ہیں چنانچہ قرآن کریم نے تزکیہ کو دین کا ایک شعبہ اور نبوت کے ایک اہم

رکن کی حیثیت سے پیش کیا ہے اور ان چار ارکان میں تزکیہ کو شامل کیا ہے جن کی تکمیل حضور ﷺ کے منصب نبوت اور مقاصد بعثت میں شامل ہے۔ جب تک نفس انسانی کا تزکیہ نہ ہو انحراف شعور اور اختلال سیرت کے رفع ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' کیونکہ غیر مزکی نفس انسان کو ہمیشہ بداعمالیوں پر اُکساتا ہے۔ ہدایت ربانی خود اس امر کا فیصلہ کرتی ہے ﴿اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوۡٓءِ﴾ (یوسف/۵۳) بیشک نفس بُرائی کا حکم دینے والا ہے۔ انسان کے نفوس اُن کو اپنی خواہش پر چلنے کا حکم دیتے رہتے ہیں خواہ نفسانی خواہشیں اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی رضا کے خلاف کیوں نہ ہوں۔ ہاں مخلوق میں سے جس پر میرا رب رحم فرمائے تو وہ اس کو خواہش کی پیروی کرنے اور بُری باتوں میں نفس کے احکام کی اطاعت کرنے سے نجات عطا فرماتا ہے۔ اور بیشک جو شخص اپنے گناہوں پر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ دُنیا میں اس کو سزا دینے اور اس کو رسوا کرنے سے درگذر فرماتا ہے' اور اسی طرح آخرت میں بھی۔

نفس انسانی میں حیوانی قوتوں کا مظاہرہ ہوتا ہے اس کے برعکس روح ملکوتی قوتوں کی مظہر ہے۔ نفس ہی کے ذریعہ تمرد و انحراف کا رجحان پیدا ہوتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ نفس کے میلان انحراف اور رجحان تمرد سے نجات و فلاح کیونکر حاصل ہو۔ قرآن حکیم فرماتا ہے
﴿قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَكّٰى﴾ (الاعلیٰ/۱۵) جس کسی نے نفس کا تزکیہ کرلیا وہ فلاح پا گیا۔
﴿قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰٮهَا وَقَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰٮهَا﴾ (الشمس/۱۰) وہ شخص کامیاب ہوا جس نے خود کو پاک کیا اور وہ شخص ناکام ہوا جس نے اُسے آلودہ کیا۔
اس آیت کی تفسیر میں امام حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :
قد افلح من زکی نفسه واصلحها وحملها علی طاعة الله (معالم التنزیل) وہ شخص کامیاب ہوگیا جس نے اپنے نفس کو پاک کرلیا اور اس کی اصلاح کرلی اور اس کو اللہ کی اطاعت پر آمادہ کرلیا۔ قرآن مجید خود اصلاح نفس پر زور دیتا ہے۔
﴿وَنَهَى النَّفۡسَ عَنِ الۡهَوٰى فَاِنَّ الۡجَـنَّةَ هِىَ الۡمَاۡوٰى﴾ (النازعات/۴۱) اور جس نے اپنے نفس کو خواہشات کی تکمیل سے رُوکا پس جنت اس کا ٹھکانہ ہے۔

انسان کو اعمال وکردار کے اعتبار سے مزکی ہونے کے لئے اپنے نفس کا تزکیہ درکار ہے اوراس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں۔

شیخ ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ 'نقصان' کا آغاز غفلت سے ہوتا ہے اور غفلت آفات نفس سے پیدا ہوتی ہے۔ (قوت القلوب)

اس لئے آفات نفس سے نجات وفلاح اس کے تزکیہ وتربیت اور اصلاح وتطہیر ہی سے ممکن ہے۔

تصوف نفس کی اصلاح وتطہیر کا اہتمام کرتا ہے اور جب نفس انسان اصلاح پذیر ہوکر مزکی ومنقاد ہوجاتا ہے تو '**نفس لوامة**' اور پھر '**نفس راضية ومرضية**' کے مقام پر فائز ہوجاتا ہے اور یہاں بارگاہ الوہیت سے ندا آتی ہے۔

﴿**يَـاَيَّتُهَـا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ارۡجِعِیۡ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرۡضِيَّةً**﴾ نفس مطمئنہ تو اپنے رب کی طرف لوٹ جا' اس حال میں تو اس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے راضی ہے۔

تزکیہ نفس کو حدیث میں 'جہاد اکبر' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حضور ﷺ نے ایک غزوہ سے واپسی پر صحابہ کرام سے فرمایا:

مـرحـبـابـکـم قدمتهم من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر ۔ قيل وما الجهاد الاكبـر قـال جهاد النفس (احیاء العلوم) تمہیں مرحبا ہو کہ تم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ رہے ہو۔ پوچھا گیا وہ بڑا جہاد کون سا ہے؟ فرمایا' وہ نفس سے جہاد ہے۔

رسول تزکیہ (پاکی) عطا فرماتے ہیں :

﴿**كَمَآ اَرۡسَلۡنَا فِيۡكُمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡكُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيۡكُمۡ**﴾ (البقرة/۱۵۱)

جیسا کہ بھیجا ہم نے تمہارے پاس رسول تم میں سے پڑھ کر سناتا ہے تمھیں ہماری آیتیں اور پاک کرتا ہے تمہیں۔

تعمیر کعبۃ اللہ کے وقت حضرت ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام نے حضور نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری کے لئے یہ دُعا فرمائی :

﴿رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ﴾ (البقرۃ/۱۲۹)

اے ہمارے رب ! بھیج ان میں ایک برگزیدہ رسول انھیں میں سے تاکہ پڑھ کر سُنائے انھیں تیری آیتیں اور سکھائے انھیں یہ کتاب اور دانائی کی باتیں اور پاک کردے انھیں ۔

﴿لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيۡهِمۡ وَ يُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ﴾

(ال عمران) یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب اس نے بھیجا اُن میں ایک رسول انھیں میں سے، پڑھتا ہے اُن پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے اُنھیں اور سکھاتا ہے اُنھیں قرآن اور سُنّت (کتاب وحکمت) اگرچہ وہ اس سے پہلے یقیناً کُھلی گمراہی میں تھے ۔

﴿هُوَ الَّذِىۡ بَعَثَ فِى الۡاُمِّيّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيۡهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ ۚ وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ﴾ (الجمعۃ)

وہی (اللہ) جس نے مبعوث فرمایا اُمّیوں میں ایک رسول انہیں میں سے جو پڑھ کر سُناتا ہے، انھیں اس کی آیتیں اور پاک کرتا ہے اُن (کے دِلوں) کو اور سکھاتا ہے انہیں کتاب اور حکمت، اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے ۔

تلاوتِ آیات، تعلیم کتاب وحکمت کے علاوہ تزکیہ نفس اور تربیت صالحہ سے یہ مبارک عالمگیر اسلامی انقلاب رُو پذیر ہوا۔ فقط قرآن کریم پڑھ لینا اور سیکھ لینا ایمان اور طہارت قلبی نہ دے گا بلکہ پاک فرمانا حضور ﷺ کا فعل ہے۔ حضور ﷺ ہر طرح کی پاکی بخشتے ہیں، آفتاب اپنی شعاع سے زمین کو پاک کرتا ہے پانی جس پر توجہ کرے پاک کردے یہ آفتاب رسالت چشمۂ رحمت ہیں جس پر توجہ فرمائیں پاک کردیں۔ فریضۂ رسالت کی ادائیگی کے لئے ضروری ہے کہ حضور ﷺ اپنی نگاہِ رحمت سے دلوں کو ہر طرح کی آلائشوں سے پاک اور مطہر کردیں۔ رسالتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا اجمل الصلوٰۃ واطیب السلام کی شان کا پتہ اسی وقت چلتا ہے جب انسان اس معاشرہ پر نظر ڈالتا ہے جو حضور ﷺ کے قدومِ

میمنت لزوم سے مشرف ہوا۔ وہ لوگ پہلے کھلی گمراہیوں میں بھٹک رہے تھے لیکن حضور ﷺ سے ریگزارِ عرب کے حقیر ذرّے آفتاب ومہتاب بن کر چمکنے لگے۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ ﴿یُزَکِّیْهِم﴾ سے اس قلبی فیضان کی طرف اشارہ فرما دیا جو نبوت کی نگاہِ فیض اثر اور توجہ باطنی سے انہیں میسر آتا ہے۔ اولیائے کرام اپنے مریدین پر اسی سنتِ نبوی کے مطابق انوار کا القا کرتے ہیں یہاں تک کہ اُن کے دل اور اُن کے نفوس پاک اور طاہر بن جاتے ہیں۔

حضور ﷺ دوسرے معلموں کی طرح صرف سبق دے کر چھوڑ نہیں دیتے بلکہ ظاہری باطنی پاکی فرماتے ہیں تزکیہ فرماتے ہیں۔ وہ تمہارے جسموں کو ظاہری گندگیوں سے پاک فرماتے ہیں کہ تمہیں پاکی کے طریقے سکھاتے ہیں اور تمہارے دلوں کو گندے اخلاق اور عیوب سے اور خیالات کو شرک وکفر وغیرہ سے صاف فرماتے ہیں یا دُنیا میں تمہارے فضائل بیان کرتے ہیں کہ تم بہترین اُمت ہو اور آخرت میں بھی رب تعالیٰ کے سامنے تمہاری صفائی بیان فرمائیں گے کیونکہ وہ تمہارے ظاہری باطنی حالات سے خبردار ہیں۔ (تفسیر کبیر)

﴿وَیُزَکِّیْهِمْ﴾ اُن سے اچھے اعمال کرا کر ان کے جسموں اور دلوں اور سینوں اور خیالات اور وہم وغیرہ کو بھی پاک فرما دے۔ خیال رہے کہ یزکی زکوٰۃ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں صاف کرنا اور بڑھانا اسی لئے فرض صدقہ کو زکوٰۃ کہتے ہیں کہ اُس سے باقی مال صاف بھی ہو جاتا ہے اور بڑھتا بھی ہے، یہاں اس کے چند معنی ہیں۔ ایک یہ کہ انہیں اعمال صالحہ کرا کر اور اچھے عقیدے بتا کر کفر اور گناہوں کے میل سے پاک کر (روح البیان) دوسرے یہ کہ اُن کے لوحِ دِل کو دنیوی کدورت سے ایسا صاف کر دے جس سے کہ سارے حجاب اٹھ جائیں پھر آئینۂ قلبی میں غیبی چیزیں نقش ہوں اور بغیر سیکھے سکھائے انہیں علم حاصل ہو۔ اور حقائق خود بخود ان میں جلوہ گر ہو جائیں (عزیزی) تیسرے یہ کہ قیامت کے دن وہ رسول تیری بارگاہ میں ان کے گواہ صفائی ہوں ﴿وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَهِیْدًا﴾ ابراہیم علیہ السلام کی اس ترتیب سے اس طرف اشارہ ہے کہ بندے آیات قرآنیہ تلاوت کر کے علم وحکمت سیکھ کر بھی پاک نہیں ہو سکتے، جب تک کہ حضور ﷺ کی نگاہ انہیں پاک نہ

کرے، اسی لئے تلاوت وغیرہ کے بعد تزکیہ کا ذکر فرمایا۔ اس تزکیہ کو حضور پاک ﷺ کی طرف منسوب کیا ۔۔۔ خیال رہے کہ ظاہری پاکی کو طہارت اور قلبی پاکی کو طیب کہا جاتا ہے۔مگر جسمانی، قلبی، روحانی خیالات وغیرہ کی مکمل پاکی کو تزکیہ کہتے ہیں۔ مُردار جانور کا گوشت، کھال سوکھ کر پاک ہوجاتی ہے مگر مُزکّی نہیں، مُزکّی فرما کر بتایا گیا کہ وہ محبوب ﷺ مسلمانوں کو ہر طرح پاک وصاف کریں اور ﴿یُزَکِّیْهِمْ﴾ کی دوسری تفسیر سے معلوم ہوا حضور انور ﷺ ہر مسلمان کے ایمان تقویٰ اور سارے اعمال سے خبردار ہیں کیونکہ گواہ کی صفائی وہ بتا سکتا ہے جو گواہ کے سارے حالات سے خبردار ہو۔

یہ کہنا جائز ہے کہ حضور ﷺ تمام عالم کو پاک فرماتے ہیں انہیں علم حکمت اور خدا کی ساری رحمتیں دیتے ہیں جیسا کہ ان آیات سے معلوم ہوا۔

رب تعالیٰ کے افعال کو حضور ﷺ کی طرف مجازاً نسبت کرنا جائز ہے۔ دیکھو پاک فرمانا جو اللہ تعالیٰ کا کام ہے یہاں حضور ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا۔

﴿وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ﴾ (التوبہ/۶۲)

اور اللہ اور رسول کا حق زائد تھا کہ اُسے راضی کرتے اگر ایمان رکھتے تھے۔

﴿وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ﴾ کی ترکیب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے رسول کا ذکر کردیا جائے تو شرک نہیں ہوگا بلکہ یہ تو اہل ایمان کی نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور اس کے حبیب ﷺ کی خوشنودی ہر عمل میں پیش نظر رکھیں۔

﴿مَنْ یُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِیْهَا﴾ (التوبہ/۶۳) جو کوئی مخالفت کرتا ہے اللہ اور اُس کے رسول کی تو اس کے لئے جہنم ہے ہمیشہ اس میں رہے گا۔

﴿وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْۢ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ یُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ﴾ (النساء/۱۰۰) اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ ورسول کی طرف ہجرت کرتا، پھر اُسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہوگیا۔

معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کی عبادت میں حضور ﷺ کو راضی کرنے کی نیت عبادت کو مکمل

کر دیتی ہے شرک نہیں' ہجرت عبادت ہے جس میں ﴿اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ﴾ فرمایا گیا۔ بخاری شریف میں ہے **ومن کان ھجرة الی الله ورسوله** ۔۔۔مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کی طرف سفر کرنے کو ہجرت فرمایا گیا یعنی بیت اللہ کی زمین چھوڑ کر رسول اللہ کی زمین پر پہونچنا ہجرت ہے۔ اللہ کی طرف ہجرت کس طرح ممکن ہے! مکہ معظّمہ چھوڑ کر عرشِ اعظم پر پہونچنے کا حکم نہیں دیا گیا' بلکہ مکہ معظّمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ پہونچنے کا حکم دیا گیا۔ رسول کی طرف ہجرت کرنا ہی دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت ہوگا۔

علم دین سیکھنے' حج' جہاد' زیارت مدینہ منورہ' طلب رزق حلال کے لئے وطن چھوڑنا' یہ اللہ ورسول کی طرف ہجرت ہے۔

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاتَّقُوْا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ﴾ (الحجرات/۱)

اے ایمان والو! اللہ اور رسول پر سبقت مت کرو (وہاں آگے بڑھنے کی کوشش مت کرو) اللہ سے ڈرو' اللہ تعالیٰ تمہاری حرکتوں کو دیکھتا ہے' تمہاری ہر باتوں کو سننے والا ہے۔

بعض صحابہ کرام نے بقرعید کے دن حضور ﷺ سے پہلے یعنی نماز عید سے قبل قربانی کرلی اور بعض صحابہ کرام' رمضان المبارک سے ایک دن پہلے ہی روزے شروع کردیئے تھے۔ ان لوگوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی بے ادبی اللہ تعالیٰ کی بے ادبی ہے کہ ان حضرات نے حضور ﷺ پر پیش قدمی کی' تو فرمایا گیا کہ اللہ ورسول پر پیش قدمی نہ کرو۔

﴿وَلَوْ اَنَّھُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ﴾ (توبہ/۵۹)

اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ لوگ اس پر راضی ہوتے جو اللہ اور اس کے رسول نے انھیں عطا کیا۔

اس آیت میں عطا کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف بھی فرمائی ہے اور اپنے رسول کی طرف بھی' یہ کہنا جائز ہے کہ اللہ رسول نے ہمیں ایمان دیا' اللہ رسول دیتے ہیں اور آئندہ بھی دیتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ جو دیتا ہے وہ حضور ﷺ کے ذریعے سے دیتا ہے۔

﴿اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ (التوبہ/۷۴) انھیں غنی کر دیا اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے غنی کر دینے کی نسبت اپنی طرف بھی فرمائی ہے اور اپنے رسول کی طرف بھی۔ یہ کہنا یقیناً جائز ہے کہ اللہ رسول نعمتیں دیتے ہیں اور غنی کر دیتے ہیں۔ اللہ رسول کی نعمتیں پا کر بے ایمان سرکش ہو جاتے ہیں۔

﴿وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ ....﴾ (الاحزاب/۲۹)

اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو۔۔۔۔

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو اختیار کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کو اور قیامت کو اختیار کرنا ہے۔ جسے حضور ﷺ مل گئے اُسے خدا اور ساری خدائی مل گئی۔ جو حضور نبی کریم ﷺ سے دُور ہوا، وہ اللہ تعالیٰ سے دُور ہو گیا۔

﴿سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ﴾ (التوبہ/۵۹)

اب دیتا ہے اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت حضور ﷺ دیتے ہیں کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ کی عطا اور حضور ﷺ کی عطا بغیر کسی قید کے مذکور ہوئی۔ عطا کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف بھی ہے اور حضور ﷺ کی طرف بھی۔ لہذا یہ کہنا جائز ہے کہ رسول نے ہمیں عطا کیا اور عطا کرتے ہیں۔

﴿اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ﴾ (الاحزاب/۳۷)

اُسے اللہ نے بھی نعمت دی اور (اے محبوب) اُسے تم نے بھی نعمت دی۔

ایک ہی آیت میں اللہ تعالیٰ نے نعمت عطا کرنے کی نسبت اپنی طرف بھی فرمائی ہے اور اپنے پیارے رسول ﷺ کی طرف بھی فرمائی ہے۔

یقیناً اللہ رسول ہمیں نعمتیں دیتے ہیں اور غنی کرتے ہیں۔

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾ (الاحزاب۳۳/ ۳۶)

اور نہ کسی مسلمان مرد، اور نہ کسی مسلمان عورت کو یہ حق پہنچتا ہے کہ جب حکم (فیصلہ) فرما دیں اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول کسی معاملہ کا تو پھر انھیں کوئی اختیار رہوا پنے اس معاملہ میں۔۔ اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا، وہ بیشک کھلی گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے حکم میں کوئی تفریق نہیں فرمائی ہے۔ حضور ﷺ کے حکم کے سامنے اپنے ذاتی معاملات میں بھی مومن کو حق نہیں ہوتا۔ اگر حضور ﷺ کسی پر اس کی منکوحہ بیوی حرام کر دیں تو حرام ہو جائے گی جیسے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ہوا۔ غرض یہ کہ حضور ﷺ ہمارے دین و دنیا کے مالک ہیں۔ حضور ﷺ کا حکم خدا کا حکم ہے کہ اس میں تردد کرنا گمراہی ہے۔

﴿وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ﴾ (التوبہ/۹۴)

اور اب اللہ و رسول تمہارے کام دیکھیں گے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کی کھلی اور چھپی سرگرمیوں کے دیکھنے کی نسبت اپنی طرف بھی فرمائی ہے اور اپنے رسول کی طرف بھی۔ حضور ﷺ ہمارے ظاہر و باطن اعمال دیکھ رہے ہیں کیونکہ یہاں عمل میں کوئی قید نہیں۔ فرمایا کہ تمہارے سب چھپے کھلے کام اللہ رسول دیکھیں گے۔ حضور ﷺ کا ذکر اللہ کے ساتھ کرنا جائز ہے۔ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ رسول نے چاہا تو یہ ہوگا۔

﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (المنافقون)

اور عزت تو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول اور مسلمانوں کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ﴾ (التوبہ ۹/۳۰) لڑو اُن سے جو ایمان نہیں لائے اللہ تعالیٰ پر اور نہ پچھلے دن پر اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جس کو حرام کر دیا ہے اللہ اور اس کے رسول نے۔

یہ آیت کریمہ بانگِ دہل اعلان کر رہی ہے کہ حلّت و حرمت کا اختیار رسول اعظم و اکرم ﷺ کو بھی رب کائنات نے عطا فرمایا ہے۔

صحابہ کرام کا عقیدہ : مسلم شریف میں ہے کہ حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ سے زنا سرزد ہوگیا تو بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوکر عرض کیا '**یارسول اللہ طھرنی**' اے اللہ کے رسول مجھے پاک فرما دیجئے۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام' رب کا گناہ کر کے حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض کرتے تھے کہ ہمیں پاک فرما دیں کیونکہ حضور ﷺ کو وسیلہ نجات جانتے تھے۔

دل کی صفائی : قلب سارے قالب کا بادشاہ ہے اگر یہ ٹھیک ہے تو سارے قالب سے اچھے کام ہوں گے اور اگر یہ بگڑ گیا تو قالب بگڑ گیا۔ یوں سمجھو کہ قلب کی زندگی قالب کی زندگی ہے اور قلب کی موت قالب کی موت ہے۔

قلب کی صفائی اس کی زندگی ہے اور قلب کی گندگی اس کی موت۔

گندے دل کی صفائی دو چیزوں سے حاصل ہوتی ہے۔ عبادت و ریاضت اور کسی اہلِ نظر کی نظر۔ عبادات سے آہستہ آہستہ مگر کامل کی نگاہ سے دفعتاً دِل صاف ہو جاتا ہے۔

مقبول بندے کی نگاہ ایک آن میں زنگ آلود دِل کو صاف کر کے اس پر صیقل کر دیتی ہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی نظر سے ستر ہزار جادوگر جو برسوں سے کافر' فاسق' گنہگار اور بدکار تھے وہ مومن صحابی صابر اور شہید ہوگئے۔ حضور غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کی ایک نظر سے چور قطب ہوگئے۔ حضرت بایزید بسطامی کی توجہ سے فسق و فجور میں مبتلا فاحشہ عورت کی دُنیا بدل گئی اور وہ نیک وصالحہ بن گئی۔ اس لئے صوفیاء فرماتے ہیں:

ایک زمانہ صحبتِ با اولیاء — بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

ایک زمانہ صحبتِ با انبیاء — بہتر از ہزار سالہ طاعت بے ریا

ایک زمانہ صحبتِ با مصطفٰے — بہتر از لکھ سالہ طاعت بے ریا

قرآن مجید اور کعبۃ اللہ کا دیکھنے والا صحابی نہیں مگر نبی کریم ﷺ کو اخلاص سے دیکھنے والا صحابی ہے۔ معلوم ہوا کہ اعمال سے زیادہ صحبت اثر کرتی ہے کیونکہ یہی پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔ ☆☆☆

نبی کی دُعا اور قانونِ مغفرت : اے محبوب (ﷺ) تم اُن کو پاک وصاف

کردواور اُن کے لئے دُعا کرو۔ **صَلِّ عَلَیْھِمْ** تم اُن کے لئے دُعا کرو۔ مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ نبی دُعا کریں۔ رسول کس سے دُعا کریں گے؟ اللہ ہی سے تو دُعا کریں گے۔ جس سے دُعا کرنی ہے وہی کہہ رہا ہے کہ دُعا کرو۔ اگر میں یہ کہوں کہ حضرت میرے لئے دُعا کرو تو بات سمجھ میں آتی ہے گنہگار آدمی کہہ رہا ہے کہ سرکار میرے لئے دُعا کرو۔ مگر جس سے دُعا کرنی ہے وہی کہہ رہا ہے کہ دُعا کرو۔ کیا بات؟ الہٰ العالمین جب تیری ہی بارگاہ سے دُعا کرنی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو اُن پر رحمت نازل کرنا چاہتا ہے تو یہ حبیب (ﷺ) کو کیوں حکم دے رہا ہے یہ دعا کریں۔ اس کی ضرورت کیا ہے؟ معلوم یہ ہوا کہ رب مغفرت دینا چاہتا ہے مگر کہتا ہے کہ اے حبیب ! تم دُعا کرو، تم زبان ہلا دو، تم پہلے اپنے ہونٹ ہلا دو۔ رحمت منتظر ہے مگر آپ کے لب ہلے نہیں ہیں۔ پہلے تم دعا کرو ورنہ میں مغفرت نازل نہ کروں گا۔ اے محبوب ! مغفرت تو مجھے نازل کرنی ہے، رحمت تو مجھے نازل کرنی ہے مگر اپنے ہونٹ ہلا دو۔ کم سے کم مغفرت پانے والے اتنا تو سمجھ لیں کہ حصول مغفرت میں وہ تیرے لبوں کی حرکت کے محتاج ہیں۔ اتنا تو احسان مانیں گے کہ جب تک محبوب کے لب ہلے نہیں تھے ہماری مغفرت نہیں ہوئی تھی۔ ہمارے لئے راہ نجات نہیں کھلی تھی تو اے محبوب ! تم دُعا کردو۔

☆☆☆ توبہ و مغفرت کا قانون اور دُعا کی قبولیت کا یہی واحد ذریعہ ہے کہ رسول سفارش کریں۔ حضور ﷺ کی سفارش ہی قبولیت دُعا کی شرط ہے ﴿**وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا**﴾ رسول اُن کی سفارس (شفاعت) فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

جب تک حضور شفیع المذنبین ﷺ اس گنہگار کی مغفرت پر راضی ہوکر اس کی شفاعت اور اس کے لئے دُعائے مغفرت نہیں فرمائیں گے اللہ تعالیٰ ہرگز ہرگز کبھی بھی کسی مجرم کے گناہ کو معاف نہیں فرمائے گا۔ دُنیا میں جس کی مغفرت سے راضی ہوکر حضور انور ﷺ اس کی شفاعت فرمادیں گے اور آخرت میں بھی بغیر رحمت عالم ﷺ کی شفاعت کے کوئی نہیں بخشا جائے گا۔ یقین واطمینان رکھو کہ جو صاحبِ ایمان ہوگا اس کے لئے تو حضور علیہ التحیہ والسلام

کی شفاعت اور دُعائے مغفرت بالکل یقینی ہے کیونکہ خداوند قدوس جل مجدہ نے اپنے حبیب ﷺ کو یہ اذن عطا فرمایا ہے کہ: ﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾ اور اے محبوب اپنے خاصوں (اتباع کرنے اور پیچھے پیچھے چلنے والوں) اور عام مسلمان مَردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔

یعنی اے محبوب ! آپ تمام مومنین ومومنات کے لئے دُعائے مغفرت فرماتے رہیں چنانچہ حضور رحمتِ عالم ﷺ اپنی مکی اور مدنی زندگی میں تمام عمر مومنین ومومنات کے لئے دُعائے مغفرت فرماتے رہے اور آج بھی اپنی قبرانور میں کریمانہ عنایتوں اور رحمتوں سے اپنے غلاموں کو دُعائے مغفرت کے ساتھ نوازتے ہی رہتے ہیں۔ یوم قیامت تک نوازتے ہی رہیں گے چنانچہ حضور ﷺ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ **حیاتی خیر لکم ومماتی خیر لکم تعرض علیّ اعمالکم فی الصباح والمساء فان وجدت خیر احمدت الله وان وجدت سوء استغفرت لکم** (صاوی) یعنی اے مومنو ! میری حیات اور میری وفات دونوں تمہارے لئے بہتر ہیں۔تمہارے اعمال صبح وشام میری قبرانور میں میرے سامنے پیش کئے جائیں گے اگر میں تمہارے اعمال کو اچھا پاؤں گا تو میں اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا اور اگر تمہارے اعمال کو بُرا پاؤں گا تو تمہارے لئے مغفرت کی دُعا کروں گا۔

بارگاہِ رسالت ﷺ میں صحابہ کرام کی حاضری: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیماریوں کی شکایات، حضور ﷺ سے کیا کرتے تھے اور اکثر براہ براست خود رب تعالیٰ سے دُعا نہ مانگتے تھے بلکہ عرض کرتے تھے کہ حضور ہمارے لئے دُعا مانگیں تاکہ الفاظ کے ساتھ زبان کی برکت وتاثیر بھی حاصل ہو۔ یہ ہے توسل کا عقیدہ۔رب تعالیٰ کی کوئی نعمت بغیر وسیلہ نہیں ملتی۔

اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کو حضور نبی کریم ﷺ کے سبب وطفیل پیدا فرمایا ہے جس ذات سے ساری کائنات کا وجود ہے وہی ذات مقدسہ سارے عالموں کے لئے رحمت

بنا کر بھیجی گئی ہے۔ اب یہ کیسے ممکن ہوگا کہ اس ذات مبارکہ کی سفارش کے بغیر ہی دُعا کو قبولیت حاصل ہو جائے؟

دُنیا میں کوئی بھی مجرم جرم و گناہ کر کے جب تک دربار مصطفٰی ﷺ میں حاضری نہیں دے گا ہرگز ہرگز کبھی اس کی مغفرت نہیں ہوگی اور وہ کبھی بھی رحمت الٰہی کی نظر عنایات کا مستحق نہیں ہوسکتا۔ ساری اُمت میں سب سے زیادہ جن لوگوں نے قرآن مجید کو سمجھا ہے وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت ہے۔ ان لوگوں نے قرآن کو خود صاحبِ قرآن کی زبان سے سُنا اور قرآن کو درسگاہ نبوت میں پڑھا ہے۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہیں یہ تاجدارِ رسالت ﷺ کے دربار میں بڑے باوقار بلکہ دربار نبوت کے ایک خاص راز دار تھے۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا عمل دیکھئے کہ آپ سے ایک راز فاش ہوگیا تو وہ اپنے جرم کو بخشوانے کے لئے خدا کے گھر کعبہ مکرمہ نہیں گئے اور کعبہ معظّمہ کے ستون میں اپنے آپ کو نہیں باندھا بلکہ جرم سرزد ہوتے ہی وہ سیدھے مدینہ منورہ دربارِ رسول ﷺ میں حاضر ہوگئے اور اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ایک ستون سے رسّی میں جکڑ کر بندھوا لیا اور قسم کھالی کہ جب تک خداوند کریم میری توبہ قبول نہیں فرمائے گا اور رحمتِ عالم ﷺ اپنے دستِ مبارک سے مجھے نہیں کھولیں گے خدا کی قسم نہ میں کھاؤں گا نہ پیوں گا۔ چنانچہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی بیقراری اور گریہ زاری سے رحمۃ للعالمین ﷺ کا رحمت بھرا دِل پسیج گیا تو ارحم الراحمین کی رحمت نے بھی حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے گناہ کو اپنے غفران ورضوان سے مٹا کر اپنے فضل و کرم سے بخش دیا۔

کوئی مجرم و گنہگار بغیر حضور ﷺ کی شفاعت کے نہیں بخشا جا سکتا۔ آپ کی شفاعت وسفارش بخشش کی کنجی ہے صرف جرموں کے لئے استغفار پڑھ لینا اور دُعائے مغفرت کافی نہیں......مغفرت نہیں ہوگی، نجات نہیں ملے گی۔ دُعا کو قبولیت حاصل نہیں ہوگی کیونکہ دعائے مغفرت کی شرط حضور نبی کریم ﷺ کی سفارش وشفاعت ہے۔

خدائے تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کے غضب سے پناہ حضور نبی کریم ﷺ ہی کے وسیلہ سے حاصل ہوسکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں کو کچھ دینا چاہتا ہے تو اپنے حبیب ﷺ سے

فرماتا ہے **وَصَلِّ عَلَيۡهِمۡ** اے حبیب اُن کے لئے ہم سے دُعائیں مانگواور جب بندوں کو معافی دینا چاہتا ہےتو اپنے حبیب ﷺ سےفرماتا ہے **واستغفر لهم** اُن کے لئے ہم سے معافی مانگو۔ معلوم ہوا کہ دروازۂ عطا ہیں سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ۔

حضور ﷺ کی دُعا مسلمانوں کے لئے مغفرت کا وسیلہ ہے

طلب مغفرت کے لئے بارگاہ رسالت میں آنے سے منافقین کا انکار

حضور ﷺ کی دُعا مسلمانوں کے لئے مغفرت کا وسیلہ ہے۔ بدعقیدہ گستاخوں کے لئے حضور ﷺ کی دُعا مغفرت کا وسیلہ نہیں ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے گستاخوں کو نہ توبہ کی توفیق نصیب ہوگی اور نہ ہی اُن کی مغفرت ہوگی۔ گستاخ کو مایوسی اور محرومی رہے گی۔ منافقین حضور نبی کریم ﷺ کے منکر تھے اور بدعقیدہ و بدباطن عناصر کی طرح براہ راست رب تک پہنچنا چاہتے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کی عظمت ورفعت کا اظہار اور بدعقیدہ منافقین پر اپنے غضب کا اعلان فرمارہا ہے۔

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡا يَسۡتَغۡفِرۡ لَكُمۡ رَسُولُ ٱللَّهِ لَوَّوۡا رُءُوسَهُمۡ وَرَأَيۡتَهُمۡ يَصُدُّونَ وَهُم مُّسۡتَكۡبِرُونَ﴾ (المنفقون/٥)

’اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ آؤ تاکہ اللہ کا رسول تمہارے لئے مغفرت طلب کرے تو (انکار سے) اپنے سروں کو گھماتے ہیں اور تو انہیں دیکھے گا کہ وہ (حاضری سے) رُک رہے ہیں تکبّر کرتے ہوئے۔‘

منافقوں کی ایک اور علامت بتائی جارہی ہے۔حالات نے اُن کے نفاق کا پردہ جب چاک کردیا اور لوگوں کو اُن کے خبث باطن پر آگاہی ہوگئی تو اُن کے دوستوں نے انہیں کہا کہ تم ساری عمر کفر کرتے رہے‘ نفاق کا نقاب اوڑھ کر مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پھیلاتے رہے۔اسلام کو نقصان پہنچانے میں تم نے کوئی منٹ فروگزاشت نہیں کیا۔اب تو تمہارا نفاق ظاہر ہوگیا ہے۔ چلو بارگاہ رسالت ﷺ میں اور جاکر معافی مانگو۔حضور ﷺ تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی جناب میں دُعا کریں گے۔اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخشدے گا اور تمہاری

عاقبت سنور جائے گی ۔قسمت اچھی ہوتی ' بخت بیدار ہوتا تو رحمت للعالمین کی خدمت میں حاضر ہو جاتے' نبی رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اُن کی مغفرت کے لئے دُعا مانگتے تو اللہ تعالیٰ ضرور کرم فرما دیتا اور اُن کے گھناؤنے ماضی پر قلمِ عفو پھیر دیتا۔لیکن ان ازلی بدبختوں نے جب اپنے دوستوں کا یہ مشورہ سنا تو بڑے غرور اور گھمنڈ سے سروں کو گھمانا شروع کر دیا کہ یہ نہیں ہو سکتا۔ ہم اپنے گناہوں کی معافی کے لئے اُن کے پاس تو کسی قیمت پر نہیں جائیں گے۔

علامہ قرطبی نے ایک بڑی بصیرت افروز بات لکھی ہے کہ عبداللہ بن ابی کو جب اُس کے قبیلہ والوں نے سمجھایا کہ اب بھی حاضر خدمت ہو کر معافی مانگ لو۔حضور تیری بخشش کے لئے دُعا فرمائیں گے۔تیری شقاوت' سعادت سے بدل جائے گی ......تو اُس نے ازراہ کبر ونخوت نفی میں سر ہلایا اور کہنے لگا۔ **امر تمونی ان اؤمن فقد اٰمنت وان اعطی زکوٰۃ مالی فقد اعطیت فما بقی الا ان اسجد لمحمد (ﷺ)** یعنی تم نے مجھے ایمان لانے کا حکم دیا تو میں ایمان لے آیا۔تم نے مجھے اپنے مال کی زکوٰۃ دینے کا حکم دیا تو میں نے زکوٰۃ بھی ادا کر دی۔اب ایک ہی بات باقی ہے کہ میں محمد (علیہ الصلوٰ والسلام) کو سجدہ کروں۔ یہ میں نہیں کروں گا۔

اس روایت میں آپ غور کریں' منافق کا ذہن کس طرح غلط راہ پر چلتا ہے۔اس کی سوچ میں کس قدر بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ بارگاہِ نبوت میں حاضری اور اللہ تعالیٰ کے محبوب سے اپنی مغفرت کی دُعا کرانے میں اس کو صریح شرک نظر آنے لگتا ہے۔ وہ اپنے اعمال' نماز' زکوٰۃ ......وغیرہ پر ہی نازاں رہتا ہے اور یہ ضرورت محسوس نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب کے درِ کرم پر حاضر ہو کر اُس کی رحمتوں سے اپنے دامن کو لبریز کرے۔ اس زمانہ میں بھی ہمیں ایسے لوگ نظر آتے ہیں جنہیں بارگاہ رسالت میں حاضری شرک اور بدعت معلوم ہوتی ہے۔ خود بھی اس سعادت سے بہرہ ور نہیں ہوتے اور لوگوں کو بھی محروم رکھنے میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کرتے ہیں اور اس کو اپنے موحد ہونے کا معیار قرار دیتے ہیں وہ ذرا اس آیت میں اور اس روایت میں تو غور کریں' کہیں اُن کا رویہ منافقین کے رویہ سے مشابہت تو نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے حجابوں سے بچائے۔ اپنے محبوب کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضری

کی سعادت نصیب فرمائے۔ حضور ﷺ کی دعا کی برکت سے ہمارے گناہوں کو بخشے اور ہمیں دونوں جہان کی سعادتوں سے بہرہ ور فرمائے۔آمین ثم آمین۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

اُسے حمد جس نے تجھ کو سراپا کرم بنایا ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستاں بتایا

حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر نہ ہونے والے کی بخشش نہیں ہوگی

﴿سَوَآءٌ عَلَيۡهِمۡ اَسۡتَغۡفَرۡتَ لَهُمۡ اَمۡ لَمۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ ؕ لَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ﴾ (المنفقون/٦)

’ یکساں ہے اُن کے لئے کہ آپ طلب مغفرت کریں اُن کے لئے یا طلب مغفرت نہ کریں اُن کے لئے۔ اللہ تعالیٰ ہرگز نہ بخشے گا انہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ فاسقوں کی رہبری نہیں کرتا‘

اس آیت میں حضور نبی کریم ﷺ کی عظمت کا ظہار ہو رہا ہے نیز مسلمانوں کے لئے مغفرت کی خوشخبری اور بدعقیدہ منافقین کے لئے عذاب کا اعلان ہے۔ حضور ﷺ کے گستاخ کی مغفرت ہونے والی نہیں ہے مغفرت تو صرف مسلمانوں کی ہوگی۔ بدعقیدہ گستاخ اور منافقین کے لئے سب بیکار ہیں‘ کچھ فائدہ مند نہیں۔

یہ منافق جن کی زبان پر تو اسلام کا دعویٰ ہے لیکن اُن کے دِلوں میں ایمان کی شمع روشن نہیں‘ جو قدم قدم پر اپنے خبثِ باطن کا اظہار کرتے رہتے ہیں اور آپ کے دین کو ناکام کرنے کے لئے سازشوں کے جال بنتے رہتے ہیں اور آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے سے رُوکتے ہیں‘ وہ پرلے درجے کے فاسق ہیں اور ایسے فساق کے لئے آپ بھی اگر مغفرت کی دُعا مانگیں گے تو ہم انہیں نہیں بخشیں گے۔ جو تیرے درباد میں حاضر ہونے سے انکار کرے وہ بخشا جائے ! یہ میرے قانون کے خلاف ہے۔ میں حد سے تجاوز کرنے والوں کو ہدایت کی نعمت نہیں بخشا کرتا۔ (یعنی یہ لوگ اپنے فسق وفجور میں راسخ و پختہ ہو چکے ہیں اور اس دائرہ سے جس میں ان کی اصلاح ممکن تھی خارج ہو چکے ہیں اور یہ اپنی استعداد وقابلیت کو بُرے کاموں میں لگانے میں منہمک ہیں اور مختلف قسم کی بُرائیوں میں مبتلا ہو چکے ہیں لہذا یہ درست نہیں ہو سکتے اور علم الٰہی کی رُو سے قبول ہدایت

سے محروم ہو چکے ہیں مغفرت جو ہدایت کی شاخ ہے جب اس سے تکبر و اعراض کرتے ہیں تو کیونکر ہدایت پا سکتے ہیں گو یا اُن کی استعداد سلب ہو چکی ہے)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت اور رافت کا تقاضا یہی تھا کہ کوئی بھی گمراہ نہ رہے۔ کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم نہ رہے۔ اسی لئے حضور ﷺ اپنی جان کے دشمنوں اور خون کے پیاسوں کے لئے بھی دُعا فرمایا کرتے **اللھم اھدِ قومی فانھم لا یعلمون** ۔ الٰہی میری قوم کو ہدایت دے، وہ نادان ہیں! حضور ﷺ پر سچے دل سے ایمان لانے والے جب اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بصد ادب و نیاز حاضر ہوتے ہیں اور اپنے عمر بھر کے گناہوں کی بخشش کے لئے دُعا کی التجا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آجاتی ہے اور انہیں یہ مژدہ جانفزا سنایا جایا ہے ﴿**لوجدوا اللہ توابًا رحیما**﴾ یعنی اے ساری عمر اپنی جانوں پر ظلم توڑنے والو! تم میرے محبوب کے درِ کرم پر حاضر ہو گئے ہو اور اُس نے تمہاری مغفرت کے لئے درخواست (سفارش و شفاعت) کی ہے۔ سُن لو۔ اللہ تعالیٰ کو تم توبہ قبول کرنے والا اور بے حد رحمت کرنے والا پاؤ گے۔

الٰہی! ہمیں ان بدبختوں میں سے نہ کر جو تیرے پیارے رسول کی بارگاہ میں طلب استغفار کے لئے حاضر نہیں ہوتے بلکہ اُس کو کفر و شرک کہنے پر مُصِر ہیں۔ الہ العالمین! ہمیں اُن خوش نصیبوں میں کہ جن کے دِل نورِ ایمان سے منور ہیں جو تیرے حبیب کی بارگاہ میں حاضری کو اپنے لئے باعث ہزار سعادت یقین کرتے ہیں۔ آمین! (تفسیر ضیاء القرآن)

☆☆☆﴾

نبی کی دُعا دِلوں کا چین ہے : اے محبوب! آپ اُن کے لئے دُعا کرو اس لئے کہ تمہاری دُعا اُن کے دِلوں کا چین ہے۔

دیکھو قرآن میں سراحت ہے کہ اللہ کے ذکر سے دِلوں کو اطمینان ملتا ہے ﴿**الا بذکر اللہ تطمئن القلوب**﴾ اللہ کے ذکر سے دِلوں کو اطمینان ملتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ اللہ کے ذکر سے دِلوں کو سکون ملتا ہے مگر بڑے عبادت گذار کو میرے سامنے لاؤ

جس کی عمر (۸۰) سال کی ہو اور میں اس سے یہ پوچھوں کہ کوئی نماز چھوٹی۔ تو کہے گا کہ اللہ کے فضل سے کوئی نماز نہیں چھوٹی۔ پوچھو کہ کیا ساری نمازی قبول ہوئی ؟ تو کہا کہ پتہ نہیں کہ قبول ہوئی یا نہیں۔ (۸۰) سال نماز پڑھا' پتہ نہیں کیا بات ہے۔ اور پوچھا کہ حج کیا ہے؟ تو کہا کہ الحمدللہ پانچ یا چھ حج ہو چکے ہیں۔ تو کیا کوئی حج قبول ہوا تو کہا کہ پتہ نہیں' خدا بہتر جانے۔ کیا رمضان کا کوئی روزہ چھوٹا؟ کہا' کبھی نہیں۔ کوئی روزہ قبول ہوا؟ کہا کہ پتہ نہیں' اللہ بہتر جانے۔ اور تم نے بڑے اچھے اچھے اعمال انجام دیئے۔ کیا کوئی عمل قبول ہوا؟ تو کہا نہیں۔ تو اے محبوب ! یہ عمل کرنے والے عمل کر رہے ہیں مگر دغدغہ لگا ہوا ہے کہ پتہ نہیں کہ قبول ہوا یا نہیں ہوا۔ ایک کھٹکا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارا عمل کسی وجہ سے رد کر دیا جائے کہ اس میں ریا ہو' اس میں سمعہ ہو یا اس میں مسائل کی رعایت نہ ہو یا مسائل کی ناواقفیت کی بنا پر اس میں کچھ کجی رہ گئی ہو یا اس میں کوئی کھوٹ رہ گئی ہو۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ دغدغہ لگا ہوا ہے۔ (۸۰) سال کا سجدہ کر چکے اب بھی اطمینان نہیں جو ملنا چاہئے۔ اے محبوب ! یہ عمل کرتے ہیں' ان کو اطمینان تو ملتا ہے مگر اطمینان کلی حاصل نہیں ہوتا۔ اے محبوب ! تم دُعا کر دو۔ جب تم دُعا کر دو تو انھیں پورا اطمینان مل جائیگا۔ انھیں یقین ہے کہ عمل نامقبول ہو مگر محبوب کی دُعا نامقبول نہ ہوگی۔

اللهم صل علٰى سيدنا محمد وعلٰى آل سيدنا محمد كما تحب وترضى بان تصلى عليه

صَلِّ عَلَيۡهِمۡ اے محبوب (ﷺ) ! تم دُعا کرو۔ ذرا سا غور تو کرو۔ رحمت کرنے والا' مغفرت کرنے والا' دُعا کرنے کا حکم دے رہا ہے اور صَلِّ عَلَيۡهِمۡ کے نکتے کی طرف میں آپ کو لے جا رہا ہوں۔ اہل علم حضرات یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں اُن سے بھی استفادہ کروں گا۔ دیکھو رسول کو کیا حکم دیا گیا صَلِّ عَلَيۡهِمۡ (تم دُعا کرو) اور ہم سے کہا گیا صَلُّوۡا عَلَيۡهِ یعنی ﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوۡنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَيۡهِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا﴾ (الاحزاب/۵۹) بیشک اللہ تعالیٰ اور اُس کے تمام فرشتے نبی مکرم پر دُرود بھیجتے ہیں' اے ایمان والو ! تم بھی (بڑے ادب و محبت سے) اُن پر دُرود بھیجو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

ہم کو کیا کہا جا رہا ہے **صَلُّوْا عَلَیْهِ** اور رسول سے کہا جا تا ہے **صَلِّ عَلَیْهِمْ**۔ ہم سے کہا جا رہا ہے کہ اپنے رسول پر درود بھیجو اور رسول سے کہا جا رہا ہے کہ اپنے اُمتیوں پر درود بھیجو۔ اور ایک لطف کی بات بتلاؤں کہ ہم سے تو یہ کہا گیا کہ رسول پر درود بھیجو اور سلام عرض کرو۔ تو میں عالمِ خیال میں معروضہ پیش کیا یا الٰہ العالمین ہم کو تو حکم مل گیا ہے کہ ہم درود بھیجیں اور ہم کو حکم مل گیا ہے کہ ہم سلام بھیجیں۔ دونوں کا حکم واضح ملا مگر یہ نہیں بتلایا کہ کیسے بھیجیں؟ لیٹ کر بھیجیں یا کھڑے ہو کر بھیجیں کہ چل پھر کر بھیجیں۔ اگر اس کی بھی وضاحت ہو جاتی تو کم سے کم دو چار جھگڑے تو ختم ہو جاتے۔ اے اللہ ! تو ہی فرما دے کہ کیسے بھیجیں؟ ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر بھیجیں یا بیٹھ کر بھیجیں۔ اگر بیٹھے بھی تو دو زانو بیٹھیں یا چار زانو بیٹھیں۔ پوری وضاحت ہونی چاہیئے ...... یہ کہیں نہیں بتلایا۔ مگر ان سے یہ پوچھو کہ دلیل کا کیا مطلب ہے؟ قرآن کے دلیل ہونے کا کیا مطلب؟ سنت کے دلیل ہونے کا کیا مطلب؟ اجماع کے دلیل ہونے کا کیا مطلب؟ مجتہد کے قیاس دلیل ہونے کا کیا مطلب؟ یہ کچھ نہیں بتلا سکتا۔ اس کو تو صرف یہ سکھلایا ہے یہ ناجائز ہے وہ ناجائز ہے اس سے زیادہ اُسے آتا ہی نہیں۔ **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**

ائمہ مجتہدین اور علماء : میں اب ہر ذہن کے مطابق بات عرض کروں گا۔ دیکھو ایک ہوتا ہے دوکاندار جو سامان فروخت کرتا ہے اور ایک کمپنی ہوتی ہے جو بناتی ہے۔ جہاں مال تیار ہوتا ہے وہ اور ہے بیچنے والے اور ہیں۔ ہم نے اگر ایک دوکاندار سے کہا کہ ہم کو عطر حنا چاہئے۔ اس نے ایک شیشی لا کر دے دیا۔ اور کہے کہ ہم کو عطر مجموعہ چاہئے' وہ لا کر دے دیا اور ہم اگر دوکاندار سے یہ پوچھیں کہ کیا ثبوت ہے کہ یہ عطر حنا ہے اور یہ بتاؤ کہ یہ کیسے بنتا ہے اور اس میں کون کون سے اجزاء ڈالتے ہیں تو وہ یہی کہے گا کہ نادان بنانے والے اور ہیں' بیچنے والے اور ہیں۔ اگر تمہیں معلوم کرنا ہے تو فیکڑی کو جاؤ' وہاں پتہ چلے گا ہم تو صرف لیبل لگا ہوا دیکھتے ہیں کہ یہ لیبل ہے عطر حنا کا۔ یہ لیبل ہے عطر گلاب کا۔

یہ لیبل ہے عطر کیوڑہ کا۔ اگر اس لیبل پر بھروسہ ہو تو لیکر جاؤ ورنہ رکھ کر چلا جاؤ۔ ہم تو لیبل لگا ہوا پیش کررہے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ بنانے والے اور ہیں اور بیچنے والے اور ہیں۔ تو سنو ! قرآن وسنت سے مسائل استخراج کرنے والے اور ہیں اور مسائل کو سمجھانے والے اور ہیں۔ پس تو دیکھو یہ مسائل حنفی فیکٹری میں تیار ہوتے ہیں اور کچھ مسائل شافعی فیکٹری میں تیار ہوتے ہیں اور ایسا ہی مالکی فیکٹری ہے اور حنبلی فیکٹری بھی۔ جہاں سے مسائل استخراج ہوئے ہیں۔ امام اعظم تیار کررہے ہیں' امام شافعی تیار کررہے ہیں' امام احمد بن حنبل تیار کررہے ہیں' امام مالک تیار کررہے ہیں۔ اور یہ جو تیار کررہے ہیں تو یہ قرآن وسنت ہی کا ارت لے رہے ہیں۔ اور ارت ارشاد صحابہ کا لے رہے ہیں جو قرآن وسنت پر اُن کو عبور تھا وہ تو ہرگز ان کو حاصل نہیں ہوسکتا۔ وہ قرآن کو بھی خوب سمجھتے تھے اور سنت کو بھی خوب سمجھتے تھے اور انھوں نے اسکا نچوڑ نکال کر اپنی فقہ بنائی اور ہمارا کام کیا رہ گیا۔ وہ یہ کہ آپ پوچھو کہ فقہ حنفی کے نقطہ نظر سے یہ کیا مسئلہ ہے تو ہم حنفی لیبل لگا ہوا لا کر پیش کردیں گے اور ایسا ہی شافعی لیبل لگا ہوا اور مالکی لیبل لگا ہوا' اور حنبلی لیبل لگا ہوا ہے۔ لیبل کا پیش کرنا علماء کا کام ہے اور مال کا تیار کرنا مجتہدین کا کام ہے۔ دلائل کا دیکھنا مجتہدین کا کام ہے اور جو کام مجتہدین کا ہے یہ مجھ سے چاہتا ہے۔ **اللهم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**

ہم تو لیبل لگا ہوا ہی پیش کردیں گے' ماننا ہو تو مانو۔ اگر جھگڑے کرنا ہو تو وہاں جا کر جھگڑا کرو۔ کہاں سے آپ نے نکال دیا تو امام اعظم کہیں گے ارے نادان قرآن وسنت اگر میں نہ سمجھا تو کیا تو سمجھ گیا۔ **اللهم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**

جائز اور ناجائز کام : میں ایک اصول بتلانا چاہتا ہوں تاکہ بہت سارے سوالات کا جواب یونہی ختم ہوجائے۔ ایک بات یہ بتلاؤ اور سنجیدگی سے غور کرو کہ اسلام چاہتا کیا ہے؟ کیا اسلام یہ چاہتا ہے کہ ہر جائز کام تم کرو۔ اس لئے کہ جائز میں بہت سے درجے ہیں۔

ایک جائز وہ ہے جو فرض ہے اور ایک جائز وہ ہے جو واجب ہے اور ایک جائز وہ ہے جو مؤکدہ ہے۔ایک جائز وہ ہے جو مستحب ہے ایک جائز وہ ہے جو مباح ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جائز کے بہت سے درجے ہیں۔ تو کیا ہر جائز لازمی طور پر کرلو؟ نہیں۔ جو فرض ہے جو واجب ہے جو مؤکدہ ہے اُس کو تو کرنا ہے۔ مگر ہر ہر جائز تم کرو ! کیا اسلام ہر جائز کرانے کے لئے آیا ہے؟ تمہاری عمر ہی تو اتنی نہیں کہ ہر جائز تم کرسکو۔ مثال کے طور پر روٹی کھانا جائز ہے کوئی کھانے والے کو ناجائز کہے؟ نہیں۔ اور اگر تم زندگی بھر نہ کھاؤ' قیامت میں سوال نہیں ہوگا کہ تم نے روٹی کیوں نہیں کھائی؟ چاول کھانا جائز مگر پنجابی زندگی بھر نہ کھائے تو پکڑا نہیں جائے گا۔اور بنگالی عمر بھر روٹی نہ کھائے اس سے کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔ نفل پڑھنا جائز۔ زندگی بھر نہ پڑھو' کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔ تو معلوم ہوا کہ جتنے جائز کام ہے وہ سب کرنا لازمی نہیں ہے۔ ہوائی جہاز پر اُڑنا جائز ہے۔ کبھی نہ اُڑو کوئی سوال نہ ہوگا۔ تو معلوم نہیں قیامت تک کتنی چیزیں نکلتی چلی جائیں گی تو اسلام اس لئے نہیں آیا ہے کہ ہر جائز کام کو کرائے۔ ہاں ہر ناجائز کام سے بچانا یہ اسلام کا فرض ہے۔ جائز میں جو کرانا ہے وہ کہہ دیتا کہ فرض کرلو۔واجب کرلو۔موکدہ کرو' بس ہوگیا۔مگر ناجائز میں چاہے چھوٹے سے چھوٹا ناجائز کیوں نہ ہو' اسلام اُسے پسند نہ کرے گا اور حرام کے بھی کئی درجہ ہیں۔ یہ حرام ہے یہ مکروہ تحریمی ہے یہ مکروہ تنزیہی ہے۔اگرچہ مکروہ تنزیہی والا ناجائز کیوں نہ ہو اسلام اُسے ناپسند کرے گا تو اسلام جائز کرانے کے لئے نہیں آیا ہے بلکہ ناجائز سے بچانے کے لئے آیا ہے۔ میں آپ کو خاص نکتہ سمجھانا چاہتا ہوں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ناجائز کیا ہے؟ کیا اس بات کا پتہ ہم عقل سے لگا سکتے ہیں؟ کیا عقل سے سمجھ سکتے ہیں؟ ہماری عقل سمجھنے کے لئے کافی نہیں ہے۔ اگر ہماری عقل خدا کے ناپسند کو سمجھنے کے لئے کافی ہوتی تو نبی کے آنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی اور نبی آتے ہی اس لئے ہیں کہ جو ہماری عقل نہ سمجھ سکے وہ سمجھا دے۔اور اگر نبی کو بھی غیب کا پتہ نہ چلے تو اُس کو بھی نبی کی ضرورت ہوگی۔ **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**

﴾☆☆ **نبی کے معنٰی** : نبی کے معنٰی ہیں پیغام رساں' اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی شان بڑے درجہ والا نبی ہے یعنی نبی نبوۃٌ سے بنا بمعنٰی بلندی درجات (تفسیر روح المعانی' کبیر) یا نبی نباء سے بنا بمعنی خبر' نبی خبر والا یعنی غیبی خبر دینے والا یا سب کی خبر رکھنے والا یا خبر لینے والا۔ اصطلاح شریعت میں 'نبی' وہ برگزیدہ ہستی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی جانب سے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔

نبی کے مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی وہ ہوتا ہے جو خود بھی بلند مرتبہ ہو اور دوسروں کو بھی بلند مراتب عطا فرماتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ خاص الخاص رسول بھی ہیں اور خاص الخاص نبی بھی ہیں۔ جس طرح ان کی رسالت بے نظیر ہے اس طرح ان کی نبوت بھی بے مثال ہے۔ وہ خاص الخاص نبی جو سب نبیوں کا بھی نبی ہے اور سب رسولوں کا بھی رسول۔۔ جو سید الانبیاء بھی ہے اور امام الرسل بھی۔۔ بھلا وہ کتنے بڑے بڑے مراتب والا ہوگا اور وہ دوسروں کو کیسے کیسے درجات عطا فرمانے والا ہوگا۔ دربار رسول سے غلامانِ سرکار کو کیسے کیسے بلند رُتبے ملے۔ سرکار دو جہاں نے اپنی شمعِ نبوت کے پروانوں کو دین ودُنیا کی کیسی کیسی نعمتوں' سربلندیوں اور کتنی بڑی بڑی دولتوں سے مالا مال فرمادیا۔ اس کا کچھ اندازہ وہی کرسکتا ہے جس نے تاریخ صحابہ کا مطالعہ کیا ہے۔ بلند مرتبہ والے نبی نے اپنے غلاموں کو ایسے ایسے بلند مراتب عطا فرمادیئے کہ عقل انسانی حیران ہے۔ ہر صاحبِ مُراد کی مُراد پوری فرمادی۔ کسی کو جنّت بخش دی' کسی کو جہنم سے نجات کا پروانہ عطا فرمادیا' کسی کو رضائے الٰہی کا تمغہ عنایت فرمایا' کسی کو مال واولاد کی دولت سے مالا مال کردیا' کسی کو عزتِ دارین کا تاج پہنادیا' کسی کو صدیق بنادیا' کسی کو فاروق بنادیا' کسی کو غنی کردیا' کسی کو مشکل کشائی کا منصب بخش دیا۔

نبی کا دوسرا ترجمہ ہوا 'خبر دینے والا' خبر دیا ہوا' نبی ایسی باتوں کی خبریں دینے کے لئے آتے ہیں جن کو نہ تو ہم اپنے حواس سے جان سکتے ہیں' نہ وہاں عقل کی رسائی ہوسکتی ہے۔ اسی لئے صاحب مدارک التنزیل نے فرمایا کہ **والنبی من النباء لانه**

یخبر عن الله تعالی یعنی نبی نباء سے مشتق ہے اور نبی کو اسی لئے نبی کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں خبر دیتا ہے جو غیب الغیب ہے۔ جہاں نہ حواس کی پہنچ ہے نہ عقل کی رسائی ہے۔ پتہ چلا کہ نبی غیب کی خبریں دینے کے لئے آتے ہیں اسی لئے قرآن مجید میں رب العزت نے فرمایا ﴿**تِلْكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ**﴾ یعنی یہ غیب کی خبریں ہیں جو بذریعہ وحی ہم تمھاری جانب بھیجتے ہیں۔ ﴿**عَمَّا يَتَسَاءَلُوْنَ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ**﴾ وہ کس چیز کے بارے میں ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہیں، کیا وہ اس بڑی اور اہم خبر کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔۔۔اس خبر والے میں تین احتمال ہیں۔خبر دینے والا، خبر لینے والا، خبر رکھنے والا۔اگر پہلے معنیٰ کئے جائیں تو معنیٰ ہوں گے، اے خبر دینے والے۔کس کو یا کس کی؟ خالق کو مخلوق کی۔مخلوق کو خالق کی خبر دینے والے۔ خیال رہے کہ اخبار، ریڈیو، تار، خط، ٹیلیفون، ٹیلیویژن، نیوز ایجنسیز سبھی خبر دینے والے ہیں، مگر ان میں سے کسی کو نبی نہیں کہا جاتا۔ معلوم ہوا کسی خاص خبر دینے والے کو نبی کہتے ہیں۔

تار ٹیلیفون وغیرہ فرش والوں کو فرش کی خبر دیتے ہیں مگر انبیاء علیہم السلام وہاں کی خبریں لاتے ہیں جہاں سے نہ تار آتا ہے نہ ٹیلیفون۔ اب اس کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ اے غیب کی خبریں دینے والے۔ دوسروں کو غیب کی خبر وہ ہی دے گا جو خود بھی خبر رکھے۔جو لوگ حضور ﷺ کے علم کا انکار کرتے ہیں وہ دَر پردہ آپ کے نبی ہونے کے منکر ہیں۔

اگر معنیٰ کئے جائیں 'خبر رکھنے والے' تو مطلب یہ ہوگا کہ اے ساری خُدائی کی خبر رکھنے والے۔ ہر محکمہ کا بڑا آفیسر اپنے سارے محکمہ کی خبر رکھتا ہے نگرانی بھی کرتا ہے۔ حضور ﷺ سلطنت الٰہیہ کے وزیر اعظم ہیں۔آپ کو اللہ تعالیٰ نے ذرّے ذرّے اور قطرے قطرے پر خبردار کیا۔ اگر جہاز کا کپتان جہاز سے بے خبر ہو جائے تو جہاز ڈوب جائے۔ اگر ہمارے رسول ہم سے بے خبر ہو جائیں تو ہماری کشتی غرق ہو جائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک رات آسمان صاف تھا اور چھوٹے بڑے تارے صاف جگمگا رہے تھے۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھا، یارسول اللہ ! آپ کی اُمت میں کوئی ایسا بھی ہے جس کی نیکیاں تاروں کے برابر ہوں۔

سُبْحَانَ اللہِ۔ کیسا شاندار سوال ہے۔ کیونکہ مختلف آسمانوں پر اَن گنت تارے ہیں اور قیامت تک ہر جگہ حضور ﷺ کے بے شمار اُمتی اور ہر اُمتی کے بے شمار اعمال۔ جو وہ رات کی اندھیریوں میں' تہ خانوں میں' پہاڑ کے چوٹیوں اور غاروں میں کریں گے۔ آپ فرماتی ہیں کہ حضور عالَم بالا کے تاروں کو شمار کریں اور اپنی ساری اُمت کے ہر عمل کا حساب لگا کر مجھے بتائیں کہ کس کی نیکیاں تاروں کے برابر ہیں؟۔

یہ سوال اسی سے ہوسکتا ہے جس کی نگاہ میں آسمانوں کا ایک ایک تارا ہو' اور زمین کے ہر گوشہ کے ہر اُمتی کی ہر ساعت کا عمل ہو۔ ایمان کو تازگی بخشنے والی بات یہ ہے کہ حضور ﷺ نے یہ نہ فرمایا کہ اے عائشہ' میں تو مسئلے بتانے آیا ہوں' ان چیزوں کی گنتی سے مجھے کیا تعلق۔ نہ یہ فرمایا کہ اچھا جبریل کو آنے دو' رب تعالیٰ سے پوچھوالیں گے۔ نہ یہ فرمایا کہ دوات قلم لاؤ' جمع تفریق کرکے بتادیں۔ نہ یہ فرمایا کہ ذرا ٹھہرو مجھے سوچ کر دل میں میزان لگا لینے دو' بلکہ فوراً فرمایا کہ ہاں میرا ایک اُمتی وہ ہے جس کی نیکیاں آسمانوں کے تاروں کے برابر ہیں۔ عرض کیا' کون؟ فرمایا' عمر۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

عرض کیا' حضور میرے والد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کیا حال ہے؟ جو سفر وحضر' جنگل وگھر میں حضور کے ساتھی ہیں۔ فرمایا' اے عائشہ' انھیں کیا پوچھتی ہو' اُن کی ہجرت والی رات غارِ ثور کی ایک رات کی نیکی عمر فاروق کی ساری نیکیوں سے بڑھ کر ہے۔ یہ ہیں معنیٰ اس کے۔ کہ اے خبر رکھنے والے۔

حضور ﷺ کی شان تو بہت اعلیٰ ہے جس پر حضور کا دستِ کرم پھر جائے وہ کُل کی خبر رکھتے ہیں۔ کیا تم نے نہیں سُنا کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ میں خطبہ دے رہے ہیں اور حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ وہاں سے بیسیوں میل دور نہاوند میں جہاد کررہے ہیں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہاں سے پُکارتے ہیں اے ساریہ پہاڑ کو دیکھو۔ مدینہ منورہ میں کھڑے ہوکر سب کی خبر رکھ رہے ہیں اور خبر لے رہے ہیں۔ پھر لطف یہ ہے کہ اپنی آواز بھی وہاں پہنچا رہے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ خچر پر جارہے ہیں۔ ایک جگہ خچر ٹھٹکا اور اپنے

دو پاؤں پر کھڑا ہو گیا۔حضور نے فرمایا کہ یہاں دو قبریں ہیں۔جن میں عذاب ہو رہا ہے۔ میرا خچر وہ عذاب دیکھ کر ٹھٹکا۔ یہ خچر کی طاقت نہ تھی بلکہ اس سوار کا فیض تھا جس سے خچر نے لاکھوں من مٹی کے نیچے کا عذاب دیکھ لیا۔ یہ ہیں خبر رکھنے والے کے معنیٰ۔

اور اگر اس کے معنیٰ یہ ہوں کہ اے خبر لینے والے' تو مطلب یہ ہوگا کہ اے غریبوں' مسکینوں' گم ناموں' بے خبروں کی خبر لینے والے۔جن کی کوئی خبر نہ لے۔

احادیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ بے کسوں بے بسوں کے فریاد رس ہیں۔ ایک بار مجلس وعظ گرم ہے حضور ﷺ کا روئے سخن عورتوں کی طرف ہے۔ فرماتے ہیں کہ جس کے تین بچے چھوٹے لڑکپن میں فوت ہو جائیں اور وہ اُن پر صبر کرے تو یہ تینوں قیامت میں اس کی شفاعت کریں گے اور بخشوائیں گے۔ ایک صحابیہ عرض کرتی ہیں' یارسول اللہ! اگر دو بچوں پر صبر کیا ہو تو؟ فرمایا۔اس کے دو ہی بچے شفاعت کریں گے۔ ایک صحابیہ عرض کرتی ہیں جس کسی ماں نے اپنے ایک بچے کو خاک میں سُلا کر صبر کیا ہو تو؟ فرمایا' اس کا ایک ہی بچہ بخشوائے گا۔آخر کار سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یا کوئی صحابیہ عرض کرتی ہیں کہ اگر کسی کا کوئی بچہ فوت نہ ہوا ہو؟ فرمایا۔جس کا کوئی نہیں' اس کے ہم ہیں۔ یہ ہیں معنیٰ خبر لینے والے کے۔ قیامت میں ماں اپنے اکلوتے کو بُھولے گی مگر رحمت والے اپنے گنہگاروں کو نہ بُھولیں گے۔ خبر لینے والے کا نام انہیں پر سجتا ہے۔ لہذا جو شخص حضور ﷺ کو نبی مانتا ہے اس کو یہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ وہ غیب جانتے ہیں اور وہ غیب کی خبر بھی دیتے ہیں۔ علم غیب مصطفیٰ ﷺ کا منکر درحقیقت حضور ﷺ کی نبوت ہی کا انکار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے زیادہ چُھپی ہوئی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ کی ذات کو غیب الغیوب کہتے ہیں۔وہ تمام چُھپی ہوئی چیزوں میں سب سے زیادہ چُھپا ہوا ہے اور ایسا چُھپا ہوا ہے کہ بڑے بڑے ارباب بصیرت بھی اس کے ادراک و دیدار سے محروم و مجبور ہی رہے۔سب کی آنکھیں اس کے دیدار پُر انوار سے عاجز و لاچار ہیں۔ محبوب خُدا کی وہ بے مثل آنکھ ہے کہ اس آنکھ سے غیب الغیب خُدا بھی پوشیدہ نہ رہا۔ تو جس آنکھ سے غیب الغیب پنہاں نہ رہا۔ اس آنکھ سے خُدائی بھر کا کون سا ایسا غیب ہے جو پوشیدہ رہ سکتا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے فرمایا :

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا جب نہ خُدا ہی چُھپا تم پہ کروروں درود ☆☆﴾

نبی کی ضرورت : نبی آتا ہے اس لئے کہ اللہ کی پسند و ناپسند کو ہم پر واضح کر دے۔ تو اب ہماری عقل کافی نہ رہی۔ اب اسلام کا کیا فریضہ ہوا۔ اب ہم اسلام ہی سے پوچھیں گے کہ اے اسلام جب تو یہ چاہتا ہے کہ ہم ایک ناجائز نہ کریں اور تو یہ بھی جانتا ہے کہ خدا کی ناپسند کو سمجھنا یہ ہمارے بس کی بات نہیں ہے لہذا ہم پر احسان کر دے کہ جتنی چیزیں ناجائز ہیں اُن کی لسٹ پیش کر دے ورنہ بعد بڑا جھگڑا ہوگا۔ لہذا اب تو ہی واضح کر دے وہ چیزوں کو جو خدا کے نزدیک ناپسند ہے اور جو ناجائز ہے چاہے چھوٹا ناجائز ہو چاہے بڑا ناجائز ہو۔ چاہے حرام کے درجہ والا ناجائز ہو‘ چاہے مکروہ تنزیہی والا ناجائز ہو‘ اس لئے اسلام نے اپنے فرض کو محسوس کیا اور جن جن چیزوں سے روکنا مقصود تھا اُن سب کی وضاحت فرما دی اور وضاحت کرتے ہوئے نہ خدا بھولا نہ رسول بھولے۔ ایک بات بھی نہ رہ گئی تھی۔ جس جس چیزوں سے روکنا تھا روک دیا گیا‘ لسٹ تیار ہوگئی۔ اب اس لسٹ پر مزید اضافہ کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ لسٹ مرتب ہو چکی۔ جب لسٹ مرتب ہو چکی تو بڑا آسان طریقہ ہوگیا۔ اسلام نے بھی خوب اچھا انداز اختیار کیا۔ وہ کیا کیا‘ کچھ چیزوں کے بارے میں تو وضاحت کر دی یہ فرض ہے یہ واجب ہے یہ مؤکدہ ہے۔ اور جب ناجائز چیزوں کی لسٹ بنانے پر آیا یہ ناجائز‘ یہ ناجائز لکھتے لکھتے جس کو جس کو روکنا تھا روکا اور لکھ کر کہا کہ بقیہ سب جائز۔ کتنا مختصر سا معاملہ ہوگیا‘ ورنہ اگر سارے جائز کو لکھا جاتا کہ یہ جائز‘ یہ جائز۔ ہوئی جہاز کا سفر جائز‘ ٹرین کا سفر جائز‘ پختہ مسجد جائز‘ عمدہ کھانے جائز‘ موٹر کاریں جائز ......اگر اس طرح وہ تفصیل کرتا تو قرآن تیس پاروں میں نہ ہوتا بلکہ تیس لائبریریز میں ہوتا۔ **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه** ساری دُنیا میں جو ہونے والا ہے جیسے پنکھا چلانا جائز‘ بجلی جلانا جائز‘ یہ فرش بچھانا جائز‘ یہ کرسیاں جائز‘ مائک پر بولنا جائز۔ یہ جائز و جائز۔ یہ جائز کی

لسٹ بنانے پر اگر وہ راضی ہوتا تو آج کوئی قرآن کا حافظ بھی نہ ملتا' اتنا بھلا کون یاد کرے گا **اللهم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**

تو اُس نے بڑا پیارا انداز اختیار کیا کہ اصول اور کلی کی روشنی میں جس کو روکنا تھا روک دیا بقیہ سب جائز ہے۔ اسی لئے جب تم سے کوئی کہے یہ چیز کہاں جائز؟ تو کہدو کہ سوال الٹا ہے سیدھا سوال کرو۔ جب تمہیں سوال کرنا ہی نہیں آتا تو سوال کرنے کا حوصلہ کیوں پیدا ہوگیا؟ کہاں جائز یہ سوال ہی غلط ہے۔ یہ بتاؤ کہاں ناجائز۔ اور اب دلیل لاؤ قرآن نے اگر ناجائز کہا ہوتو دِکھلاؤ۔ سنت نے اگر ناجائز کہا ہوتو دِکھلاؤ۔ اجماع نے اگر ناجائز کہا ہوتو دِکھلاؤ۔ قیاس مجتہد نے اگر ناجائز کہا ہوتو دِکھلاؤ۔ تمہیں شرم نہیں آتی' خدا جسے ناجائز نہ کہے' رسول جسے ناجائز نہ کرے' صحابہ کرام جسے ناجائز نہ کرے' اہل بیت جسے ناجائز نہ کرے' ائمہ مجتہدین جسے ناجائز نہ کرے۔ آپ آئے ہیں ناجائز کہنے کے لئے۔ سوچنے کی بات ہے کیا خدا سے کوئی بھول ہوگئی تھی کہ چودہ صدی کے بعد کچھ لوگ آئیں گے وہ الگ لسٹ بنائیں گے **اللهم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**

اصول یہی ہے۔ عوام کے لئے بہترین اصول ہے۔ علماء تو دلائل پیش کریں گے۔ عالم کے پاس یہ جاتے ہی کہاں ہیں جو دلیل ملے۔ یہ تو جاہلوں ہی سے بات کرتے ہیں اس لئے مجھ کو جاہلوں ہی کو ایک نسخہ دینا ہے۔ جاہلانہ نسخہ نہیں' عالمانہ نسخہ ہے۔ بنیادی اور قانونی نسخہ ہے۔ ضابطہ کا نسخہ ہے۔ جب تمہارے پاس کوئی اس طرح سے پوچھے کہ کہاں جائز تو کہدو کہ پہلے تو یہ بتلاؤ کہ کہاں ناجائز؟ اس لئے کہ ہر جائز کی فہرست نہیں بنی ہے مگر یہ ناجائز کی فہرست بن گئی ہے **اللهم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه** تو اے محبوب (ﷺ)

قول نافذ ہے تیرا سیف تیری خامہ تیرا　　　دَم میں جو چاہے کرے دَور ہے شاہا تیرا

رسول کے تشریعی اختیارات :

☆☆ رسول زمین پر خدا کا نائب ہے۔ احکام' تشریع اور تمام فیصلوں میں وہ رب تعالیٰ

کی مرضی کے مطابق فیصلے کرتا ہے۔ اس کے اعمال' ارشادات' یا کسی کے فعل کو دیکھ کر خاموشی اختیار کر لینا ہی اسلامی قانون سازی کی بنیادیں ہیں۔ دیکھو رب تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو اپنی عطا سے جو اختیارات تفویض فرمائے ہیں ان کا بیان کس طرح کرتا ہے: ☆☆﴾

﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيۡهِمُ الۡخَبٰٓئِثَ﴾ (الاعراف)

اور اللہ کا رسول اُن کے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزیں حرام فرماتا ہے۔

یہ میرا رسول اُن پر یہ خبائث حرام فرماتا ہے۔ رسول کا اختیار دیکھئے کہ رسول خبائث کو حرام فرماتا ہے۔ دیکھو ایک ہے خبیث اس کے مقابل طیب۔ اچھی اور بُری۔ اللہ کے رسول کیا کرتے ہیں۔ بُری چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں۔ اب جتنی بُری چیزیں ہیں اس کی حرمت کی نشاندہی ہو چکی۔تو اب سرکار ﷺ کی دو شان ہوگئی۔ ایک یہ شان ہوئی کہ پہلے وہ یہ بتلاتے ہیں کہ یہ چیز ہے اچھی۔ یہ چیز ہے بُری۔ یہ اچھا بُرا سمجھنا بھی ہماری عقل کا کام نہیں ہے۔ یہ عقل عجیب ہے۔ عقل والوں کا عجیب حال ہے۔ عقل والے ہی کہتے ہیں کہ یہ زمین ٹھہری ہوئی (ساکن) ہے سورج اس کے گرد چکر لگا رہا ہے اور عقل والے ہی کہتے ہیں کہ سورج ٹھہرا ہوا ہے زمین اس کے اطراف چکر لگا رہی ہے۔ عقل والے ہی یہ کہتے ہیں کہ انسان کی روح انسان کے جسم ہی میں ہے اور عقل والے ہی یہ کہتے ہیں کہ انسان کی روح باہر ہے اور تصرف کر رہی ہے۔ یہ عقل والے ہیں کہتے ہیں کہ یہ آسمان ایک حقیقت ثابتہ ہے اور یہ عقل والے ہی کہتے ہیں کہ آسمان کا کوئی وجود ہی نہیں ہے وہ حد نگاہ کا نام ہے۔ عقل والوں کا عجیب حال ہے کسی معاملہ پر متفق ہونے کو تیار ہی نہیں ہے۔ عقل والے ہیں جو عالم کو حادث نہیں کہتے ہیں اور یہ عقل والے ہی ہیں جو عالم کو قدیم کہتے ہیں اور عقل والے ہی ہیں جو خدا کو مانتے ہیں وہ بھی عقل کا دعویٰ کرتے ہیں جو خدا کو نہیں مانتے۔ یہ بھی عقل کا دعویٰ کرتے ہیں جو خدا کو ایک مانتے ہیں وہ بھی عقل کا دعویٰ کرتے ہیں جو خدا کو ایک نہیں مانتے۔ اب ذرا یہاں تسکین ہو جاتی ہے کہ جب یہاں خدا ہی میں اختلاف کرتے ہیں تو مصطفٰے میں کریں کون سی بات ہے **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیہ** لہذا اب عقل پر بھروسہ نہیں۔

اے محبوب ! اب تم ہی خود وضاحت کر دو کہ یہ اچھی چیز ہے اور یہ بُری چیز ہے۔ میرے رسول نے جسے اچھا کہد یا اُسے اچھا ماننا ہی پڑے گا اور ہمارے رسول نے جسے بُرا کہد یا دُنیا کو اُسے بُرا ماننا ہی پڑے گا۔ یہ آج نہ مانے کل مانیں گے۔کل نہ مانے پرسوں مانیں گے۔ رسول نے جسے بُرا کہا یقیناً وہ بُرا ہے اور رسول نے جسے اچھا کہا یقیناً وہ اچھا ہے۔ اچھی طرح غور کرو اور دیکھو کہ کیا وہ زمانہ تھا جب عورتوں کو کس قدر مظلوم بنا دیا گیا تھا اور عورتوں پر کس قدر ظلم ڈھائے گئے تھے۔ عورتوں کو کیسی بُری نظر سے دیکھا جارہا تھا مگر رسول نے جب عورتوں کو حقوق دے دیا تو اب ساری پارلیمنٹس اب ساری اسمبلیاں عورتوں کے حقوق دینے کے موقف میں ہے اور عورتوں کو حقوق دے رہی ہے۔ ہر جگہ قانون پاس ہو رہا ہے مگر یادرکھو میں یہی کہتا رہتا ہوں کہ ابر کے مقدر میں ظلمت ہے ابر کے مقدر میں سیاہی ہے اب اگر بادل کے اندر روشنی نظر آئے تو سمجھنا کہ پیچھے سے چمکنے والے آفتاب کی روشنی ہے۔ اس کے مقدر میں کہاں روشنی ہے۔ اب اچھی طرح سے سمجھ لو کہ جہاں پر مقنّنہ ہے قانون بنتا ہے تم اس کے اندر جہاں بھی اچھی بات دیکھو تو سمجھ لو کہ یہ اللہ کے رسول کی روشنی ہے وہ کہاں کہاں پہنچ رہی ہے یہ اور بات ہے کہ آج کی اسمبلی اور پارلیمنٹ کے لوگ اُسے اپنا قانون کہہ کر پیش کر رہے ہیں۔ اتنا تو ذہن صاف کیا ہے۔ مگر ایک بات ہے وہ یہ کہ یہ زمانے والے بھی عجیب ہیں۔ جب دے نہیں رہے تھے تو کچھ بھی نہیں دیا تھا اور جب دینے پر آئے تو اتنا دیئے کہ سر پر بٹھالیا۔ اللہ کے رسول نے اُسے بھی بُرا کہا اور اسے بھی بُرا کہا **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**

☆☆ اس آیت نے فیصلہ کر دیا کہ اچھائی اور بُرائی کا معیار کیا ہے؟ کونسی چیز اچھی اور کونسی چیز بُری ہے؟ نبی کریم ﷺ نے جس چیز کا حکم دے دیا۔ یا جس چیز کو حلال فرما دیا وہ یقیناً اچھی ہے اور جس کو منع فرما دیا یا حرام فرما دیا وہ بلاشبہ بُری ہے۔ اگر کسی چیز کی اچھائی یا بُرائی تمھاری سمجھ میں نہیں آتی ہے تو تم یقین کرلو کہ یہ تمھاری عقل کی کوتاہی اور سمجھ کا قصور ہے۔ یادرکھو ! تمھاری عقل وسمجھ ہزار بار غلطی کر سکتی ہے مگر فرمانِ مصطفٰی ہرگز ہرگز

کبھی غلط نہیں ہوسکتا۔ زمین پھٹ سکتی ہے اور ایک دن پھٹ جائے گی۔آسمان ٹوٹ سکتا ہے اور ایک دن ٹوٹ جائے گا۔سارا جہاں مٹ سکتا ہے اور ایک دن مٹ جائے گا مگر فرمانِ مصطفٰی مٹا ہے نہ مٹ سکتا ہے۔ اسی آیت سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ حضور ﷺ 'نافع الخلائق' بھی ہیں اور 'دافع البلاء' بھی۔کیا تکلیفوں کے بوجھ کو اُتار دینا اور مصیبتوں کے پھندوں کو گلے سے جُدا کر دینا...... یہ نفع پہنچانا اور بلاؤں کا دفع کرنا نہیں ہے؟ پھر حضور ﷺ کو نافع الخلائق اور دافع البلاء کہنا کس طرح شرک ہوسکتا ہے؟

شافع، نافع، رافع، دافع کیا کیا رحمت لاتے یہ ہیں

ارشاد رب العالمین ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾(الاحزاب/ ٣٦)

اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ اور رسول کچھ حکم فرما دیں تو انھیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے۔ اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا، وہ بیشک صریح گمراہی میں بہکا۔

صدرالافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین اشرفی مُرادآبادی خزائن العرفان میں تحریر فرماتے ہیں:

یہ آیت زینب بنت جحش اسدیہ اور ان کے بھائی عبداللہ بن جحش اور ان کی والدہ امیمہ بنت عبدالمطلب کے حق میں نازل ہوئی، امیمہ حضور سید عالم ﷺ کی پھوپھی تھیں۔

واقعہ یہ تھا کہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جن کو رسول اللہ ﷺ نے آزاد کیا تھا اور وہ حضور ﷺ ہی کی خدمت میں رہتے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ان کے لئے زینب رضی اللہ عنہا کو پیغام دیا۔ اس کو زینب رضی اللہ عنہا اور ان کے بھائی نے منظور نہیں کیا، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے بھائی اس حکم کو سن کر راضی ہوگئے۔ حضور سید عالم ﷺ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا نکاح ان کے ساتھ کر دیا۔ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے ان کا مہر دس دینار ساٹھ درہم ایک جوڑا کپڑا پچاس مُد (ایک پیمانہ ہے) کھانا تیس صاع کھجوریں دیں۔

مسئلہ :- اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان کو رسول کریم ﷺ کی اطاعت ہر امر میں واجب ہے' اور نبی کریم ﷺ کے مقابلہ میں کوئی اپنے نفس کا بھی خود مختار نہیں۔

مسئلہ :- اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ (کنزالایمان)

آیت مبارکہ اور شانِ نزول کا بغور مطالعہ فرمایئے اور رسول کریم ﷺ کے من جانب اللہ مفوضہ اختیارات کا جلوہ دیکھئے ۔۔۔ یہ بات ظاہر و باہر ہے کہ کسی عورت یا کسی مرد کا شخص مخصوص کے ساتھ نکاح کرنا فرض نہیں ہے۔۔۔ یہ ایک مرضی اور منشا کی بات ہے ۔۔۔ مگر اسی بات کو اگر رسول خود فرما دیں تو وہی امر مستحب و مندوب واجب بن جاتا ہے۔ یہ وقار اور عظمت ہے زبانِ رسالت مآب ﷺ کی ۔۔۔ اور ذرا آیتِ مبارکہ کا تیور دیکھئے کہ ایسے احکام کی خلاف ورزی کرنے والوں کے حق میں وہی الفاظ ذکر فرمائے گئے ہیں جو اسی قرآن عظیم میں گمراہوں' بدمذہبوں کے حق میں وارد ہوئے ہیں۔ اور ایک رُخ اور بھی قابلِ توجہ ہے کہ فرامین رسول اور احکامِ مصطفٰی ﷺ کو حکم رب کے سوا کچھ اور نہ خیال کیا جائے ...... بلکہ مرضیِ رسول ہی مرضیِ خُدا ہے ...... احکامِ مصطفٰی ہی احکامِ کبریا ہیں۔ اس لئے کسی فاسد ذہن میں یہ خیال نہ آئے کہ یہ نکاح واجب تو نہیں تھا ۔۔۔ ہاں بات تو ایسی ہی ہے مگر اس مستحب کام کا حکم جب رسولِ خُدا نے فرما دیا تو اب وہ تمھارے حق میں واجب ہو گیا ۔۔۔ اس لئے کہ رسول احکام شرعیہ کے بتملیکِ خُدا مالک و مختار ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے حکم میں کوئی تفریق نہیں فرمائی ہے۔ حضور ﷺ کے حکم کے سامنے اپنے ذاتی معاملات میں بھی مومن کو حق نہیں ہوتا۔ حضور ﷺ کا حکم اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اس میں تردّد کرنا گمراہی ہے۔ کسی مسلمان فرد' قوم' حکومت یا حکومت اسلامیہ کے مقرر کئے ہوئے کسی کمیشن اور قانون ساز ادارہ کو اس امر کا اختیار نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم علیہ الصلوۃ والسلام کے ارشاد کو نظر انداز کر کے اپنے لئے کوئی نئی راہ عمل تجویز کرے۔ مسلمان ہوتے ہوئے اطاعت رسول کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔ ایک طرف ہم سچے مسلمان ہونے کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں اور دوسری طرف ادنیٰ سے فائدہ کے لئے ہم احکام اسلام کو بڑی آسانی سے پس پشت ڈال دیتے ہیں۔

ہماری اس دوغلی روش کے باعث اسلام رسوا ہو رہا ہے اور ہم اس چشمہ فیض سے فیضیاب نہیں ہو رہے ہیں بلکہ دوسروں کی محرومی کا باعث بن رہے ہیں۔ یہاں صاف فرما دیا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی' اس کے رسول مکرم کے حکم سے سرتابی کی وہ کان کھول کر سُن لے کہ وہ راہ راست سے بھٹک گیا۔ رشد و ہدایت کے اجالے سے نکل کر گمراہی کے اندھیروں میں بھٹک رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس محرومی سے بچائے (آمین بجاہ سید المرسلین)

سورۃ توبہ میں ایک مقام پر ارشادِ رب العلمین ہے:

﴿**قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَايُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَاحَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ**﴾ (سورۂ توبہ/۳۰) لڑو اُن سے جو ایمان نہیں لائے اللہ تعالیٰ پر اور نہ پچھلے دن پر اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جس کو حرام کر دیا ہے اللہ اور اس کے رسول نے۔

یہ آیت کریمہ بھی ببانگِ دہل اعلان کر رہی ہے کہ حلّت و حرمت کا اختیار رسول اعظم و اکرم ﷺ کو بھی ربِ کائنات نے عطا فرمایا ہے۔

رسول جو دیں وہی شریعت ہے :

خدا اور خدائی کے درمیان رسول اس مستحکم رابطِ عظمیٰ کا نام ہے جس پر عدم اعتماد کی ہلکی سی لکیر بھی دین و ایمان کے سارے قلعہ کو انہدام تک پہنچا دے گی۔۔۔اَن دیکھے رب پر ایمان اور اعتماد کا واحد ذریعہ ذاتِ رسول ہے۔ اور وہ ذات' الٰہی تربیت سے اس طرح مستحکم اور پائیدار ہے کہ احکام دین و شرع کی تبلیغ میں اس سے کسی قسم کا سہو و نسیان ناممکن ہے۔ وہ خدائی اوامر و نواہی کو **مِنْ كُلِّ الوجوه** امت تک پہنچاتے ہیں۔ مخلوق کو اس پر کیسا اعتماد رکھنا چاہیے اس کے لئے خالق کائنات کا مستحکم اعتماد مشعلِ راہ ہے۔

﴿**وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ**﴾ (الحشر/۸) اور جو کچھ تمھیں رسول عطا فرمائیں وہ لو' اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو بیشک اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہے۔

توجہ فرمائیں اُن کی عطا پر راضی رہنے کا نام ہی ایمان ہے اور اُن کے ممنوعات سے

لاپروائی کرنے کا نام ہی معصیت ہے۔ جس نے اُن کے اوامر ونواہی سے روگردانی کی اُس کو خدائی عذاب کی تہدید قرآنِ مجید کی زبان سے سُنائی جارہی ہے۔

امام عبدالوہاب شعرانی اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں شیخ اکبر قدس سرہ‘ سے نقل فرماتے ہیں:

ای لانی جعلت لہ ان یامر وینھی زائدا علی تبلیغ صریح امرنا ونھینا الی عبادنا یعنی بیشک میں نے (اللہ تعالیٰ نے) اپنے حبیب کو یہ درجہ عطا فرمایا ہے کہ آپ ہمارے صریح امر ونہی سے زائد امر اور نہی فرمائیں۔

تشریعی اختیارات کی مثالیں :

سرورِ عالم ﷺ کے تشریعی اختیارات کے جلوے ذخیرہ احادیث میں وافر ملتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرورِ کائنات ﷺ نے خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! تم پر حج فرض کر دیا گیا ہے‘ پس حج کرو۔ ایک شخص نے عرض کیا‘ کیا ہر سال یارسول اللہ! ۔۔۔ آپ خاموش رہے حتیٰ کہ اُس شخص نے تین بار یوں ہی کہا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **لوقلت نعم لوجبت ولما استطعتم** (مشکوٰۃ المصابیح) اگر میں ہاں فرما دیتا تو حج (ہر سال کے لئے) واجب ہو جاتا اور تم لوگ اس کی طاقت نہ رکھتے۔

حدیث مبارکہ کے مذکورہ الفاظ مبارکہ کی شانِ جلالت پر غور فرمایئے‘ اور طمطراقِ نبوت کو ملاحظہ فرمایئے‘ صحابیِ رسول کے یہ پوچھنے پر کہ کیا ہم پر ہر سال حج کرنا فرض ہے۔۔؟ حضور اقدس ﷺ کا سکوت امت کو ایک ناقابل برداشت ذمہ داری سے سبکدوش فرما رہا ہے۔ برخلاف اس کے اگر وہی لب ہائے مبارک محض ’ہاں‘ فرما دیتے تو قیامت تک آنے والے تمام مستطیع اہل اسلام کو سالانہ حج کرنا واجب ہو جاتا۔ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ‘ اس حدیث کے تحت اشعۃ اللمعات میں رقم طراز ہیں: یہ حدیث اس بارے میں ظاہر ہے کہ احکام الٰہی حضور اقدس ﷺ کے سپرد ہیں۔

خُدا کی رضا چاہتے ہیں دوعالم   خُدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

حضور ﷺ نے مدینہ منورہ کوحرم بنایا :

اسی طرح حضور ﷺ نے اپنے تشریعی اختیارات کا استعمال فرماتے ہوئے مدینہ منورہ کوحرم قرار دیا۔ چنانچہ صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا: ایک سفر کے دوران نبی کریم ﷺ کے سامنے احد پہاڑ ظاہر ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا' یہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے۔ اور ہم اس سے پیار کرتے ہیں۔ اے اللہ! ابراہیم (علیہ السلام) نے مکہ معظّمہ کوحرم بنایا: **وانی احرم مابین لابیتها** (مشکوٰۃ المصابیح) اور دو پہاڑیوں کے درمیان جو (مدینہ منورہ) ہے میں اسے حرم بناتا ہوں۔

اسی کوحضرت ابوسعید حذری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح مسلم شریف میں نقل کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: 'ابراہیم (علیہ السلام) نے مکہ کوحرام کرکے حرم بنادیا۔ اور میں نے مدینہ کے دونوں کناروں میں جو کچھ ہے اسے حرم بنا کر حرام کردیا۔ کہ اس میں کوئی خون نہ بہایا جائے۔ نہ لڑائی کے لئے ہتھیار اُٹھائے جائیں اور نہ کسی درخت کو کاٹا جائے سوائے جانوروں کو چارہ دینے کے لئے'

حدیث پاک کے یہ الفاظ مبارکہ **انی حرمت المدینة حراما** (مشکوٰۃ) حضور ﷺ کے تشریعی اختیارات کو ثابت کررہے ہیں۔ احکام شریعت حضور ﷺ کو سپرد ہیں' جو کچھ اور جس پر چاہیں حلال وحرام فرمادیں۔

خصوصی مراعات دینے کا اختیار:

(☆) مشکوٰۃ شریف باب قیام شہر رمضان میں ہے کہ حضور ﷺ نے تراویح باجماعت چندروز پڑھ کر چھوڑ دیں ۔۔ اور چھوڑنے کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ اگر ہم اس کو ہمیشہ پڑھیں تو اندیشہ ہے کہ تم پر یہ فرض ہوجائیں اور تم کو دشواری ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا عمل بھی قانون خُدا بن جاتا ہے۔

(☆) مسند امام احمد بن حنبل میں صحیح حدیث علیٰ شرط مسلم میں ہے' **حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن قتادة عن نصر ابن عاصم عن رجل منهم رضی الله**

عنه انه اتی النبی ﷺ فاسلم علیٰ انه لایصلی الا صلوٰتین فقبل ذٰلك منه ۔
یعنی ایک شخص حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس شرط پر ایمان لائے کہ میں صرف دو ہی نمازیں پڑھا کروں گا۔ حضور ﷺ نے اس کو قبول فرمالیا۔

دیکھو مسلمانوں پر پانچ نمازیں فرض ہیں، مگر حضور ﷺ نے اُس شخص کے لئے تین نمازیں معاف فرمادیں ۔۔۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ مالک احکام ہیں۔

سَرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے　　　باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے

(☆) ترمذی وابن ماجہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''اگر امت کی مشقت کا خیال نہ ہوتا تو میں عشاء کو تہائی یا نصف شب تک مؤخر کردیتا (مشکوٰۃ المصابیح)

(☆) عقبہ بن عامر کی حدیث میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے انھیں اس کام کا حکم دیا کہ صحابہ میں قربانی کی بکریاں تقسیم کردیں۔ انھوں نے حسب فرمانِ رسالت مآب بکریاں تقسیم فرمادیں۔ ایک بکری باقی رہ گئی جو ابھی چھ ماہ کی تھی۔ انھوں نے سرکار کے حضور اس کا ذکر کیا، حضور ﷺ نے عقبہ بن عامر کے حق میں خصوصی حکم نافذ فرمایا:
ضح به انت (مشکوٰۃ) اس کو تو اپنی طرف سے قربانی کرے۔ حالانکہ سارے عالمِ اسلام کے لئے حضور ﷺ ہی نے قانون مرحمت فرمایا ہے کہ ایک سال سے کم کی بکری کی قربانی جائز نہیں ہے، مگر مختارِ کونین ہیں جس کو چاہیں عام احکام سے استثناء عطا فرمادیں۔

(☆) ایک شخص بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا: یارسول اللہ! میں ہلاک ہوگیا۔ سرور عالم ﷺ نے فرمایا، کیا ہوا؟ کہنے لگا: میں نے رمضان میں بحالتِ روزہ اپنی بیوی سے ہم بستری کرلی۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا، کیا غلام آزاد کرسکتے ہو؟ اس نے عرض کی، نہیں۔ حضور ﷺ نے پوچھا، کیا دو ماہ کے متواتر روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے عرض کی، نہیں۔ حضور ﷺ نے پھر سوال کیا، کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ اس نے عرض کی، نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا بیٹھ جاؤ، اتنے میں خدمت رسول میں کھجوروں کا ایک ٹوکرا حاضر کیا گیا۔۔ حضور اقدس ﷺ نے

سائل کو بُلوایا۔۔اور فرمایا' یہ ٹوکرا لے جاؤ اور خیرات کردو۔ اُس نے عرض کیا' یارسول اللہ ﷺ! کیا اپنے سے زیادہ کسی محتاج کو خیرات کروں۔۔؟ اللہ کی قسم مدینہ کی دونوں پہاڑیوں کے درمیان میرے گھر والوں سے زیادہ محتاج اور کوئی نہیں۔۔۔اس کی یہ بات سُن کر حضور رحمۃ للعالمین ﷺ ہنس پڑے حتیٰ کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔۔پھر آپ نے فرمایا: **اطعمه اهلك** (مشکوٰۃ) اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔

عالمِ اسلام میں زمانہ نبوی سے قیامت تک جو مسلمان بھی روزے کے زمانے میں اس گناہ کا مرتکب ہوگا اس کے لئے کفارہ کا مذکورہ طریقہ ہی ہے۔۔۔مگر دورِ رسالت کے اس خوش نصیب کے لئے مختارِ کونین مالک دارین ﷺ نے خصوصی قانون نافذ فرمایا کہ اگر وہ غلام آزاد نہیں کر سکتے تھے' روزہ بھی نہ رکھیں' مسکین کو کھانا بھی نہ کھلائیں۔۔۔بلکہ دربارِ رسالت ﷺ سے خود کھجوروں کا ٹوکرا مرحمت ہوتا ہے۔۔اور اس خصوصی رعایت کے ساتھ کہ لے جاکر اپنے اہل وعیال کے ساتھ مل کر کھالیں تو اُن کے لئے گناہوں کا کفارہ ہو جائیگا (فتح القدیر)

(☆) رسول اکرم ﷺ کی صاحبزادی سیدہ رقیّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا غزوہ بدر کے موقع پر سخت علیل تھیں۔ آقا و مولیٰ ﷺ نے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم مرحمت فرمایا کہ وہ مدینہ طیبہ میں رہیں اور سیّدہ رقیّہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کریں اور فرمایا کہ:

ان لك اجر رجل ممن شهد بدرا وسهمه (مشکوٰۃ) تمھیں حاضرین بدر کا ثواب بھی ملے گا اور مالِ غنیمت کا حصّہ بھی۔

یہ اختیارِ سیّد کونین ہے (ﷺ) کہ حضور نے غزوہ بدر میں شرکت کے بغیر جہاد کا ثواب' اور مالِ غنیمت کا حصہ دار قرار دیا۔

(☆) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب مناقب اہل بیت میں ہے کہ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ دوسرا نکاح کریں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ علی کو اس کی اجازت نہیں۔۔ ہاں اگر وہ چاہتے ہیں تو فاطمہ کو طلاق دے دیں پھر نکاح کریں۔ غور کریں کہ قرآن کریم فرماتا ہے: ﴿**فانكحوا ما طاب لكم مثنىٰ وثلث وربعٰ**﴾ جس سے معلوم ہوتا ہے مرد

کو چار بیویاں نکاح میں رکھنا جائز ہے اور یہ مرد کا اختیار ہے' مگر سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے لئے سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں دُوسرا نکاح کرنے کا اختیار نہ رہا بلکہ ممنوع کر دیا گیا' سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے واجب العمل جانا۔۔ اس جگہ مرقاۃ میں ہے **علیه السلام بکل حال وعلیٰ کل وجه وان تولد الایذاء مما کان اسئله مباحا وهو من** ﷺ یعنی اس سے معلوم ہوا کہ ایذا رسول اللہ علیہ وسلم حرام ہے اگر چہ کسی حلال فعل ہی سے پہنچے اور حضور ﷺ کی خصوصیت ہے۔ یہاں مرقاۃ میں ہے کہ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کو دوسرا نکاح حرام تھا۔ (تفصیل کے لئے دیکھیں ہماری کتاب 'حضور ﷺ کی صاحبزادیاں')

(☆) بخاری جلد اول کتاب الجہاد باب مرض الخمس میں ایک طویل حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ نہ ہم کسی کے وارث ہوں اور نہ ہمارا کوئی وارث' حالانکہ میراث کی تقسیم قرآن سے ثابت ہے مگر اس میراث سے حضور ﷺ نے اپنے کو مستثنٰی فرما لیا اور پھر اس پر عمل ہوا کہ حضور ﷺ کی میراث کسی کو نہ ملی۔۔ حضور انور ﷺ کی میراث تقسیم نہ ہونا حدیث سے ثابت تھا۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ نے بلا تامل مان لیا۔۔ معلوم ہوا حضور ﷺ مالک احکام ہیں۔

(☆) بخاری شریف جلد دوم کتاب التفسیر سورۃ احزاب باب **قوله فمنهم من قضیٰ نحبه**' میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت خزیمہ انصاری کی گواہی دو گواہیوں کے برابر قرار دی۔ حضرت خزیمہ بن ثابت کی تنہا شہادت (گواہی) کا دو شہادتوں کے برابر قرار پانا سرور عالم ﷺ کے فرامینِ خصوصی میں سے ہے۔ واقعہ یہ تھا کہ حضور ﷺ نے ایک شخص سواء بن حارث سے گھوڑا خرید فرمایا' مگر بعد میں اس اعرابی نے اس بیع سے انکار کر دیا اور کہا میں نے یہ گھوڑا آپ کے ہاتھ فروخت نہیں کیا ہے اور عرض کیا کہ اگر آپ نے خریدا ہے تو کوئی گواہ لائیں۔۔ اللہ تعالٰی کی شان یہ خرید و فروخت تنہائی میں ہوئی تھی۔ حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ گھوڑا آپ نے خریدا ہے' آپ سچے ہیں اور اعرابی جُھوٹا۔۔ حضور انور ﷺ نے پوچھا تم کیونکر گواہی

دے رہے ہو' تم نے تو اُس تجارت کو دیکھا نہ تھا۔عرض کیا' یارسول اللہ ﷺ ۔۔میں نے تو حضور کے زبان سے سُن کر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور جنت اور دوزخ اور قیامت وغیرہ تمام کی گواہی دی اور پڑھا ہے **اشهد ان لا اله الا الله** تو کیا ایک گھوڑا ان چیزوں سے بھی زیادہ ہے؟ میں حضور کے زبان سے سُن کر گواہی دیتا ہوں ۔۔ان کا یہ کلام بارگاہ نبوت میں ایسا قبول ہوا کہ ان کی گواہی دو گواہیوں کی طرح بنا دی گئی۔

غور کرو کہ قرآن کا حکم ہے کہ ﴿**واشهدوا ذوی عدلٍ منکم**﴾ کہ تم دو گواہ بناؤ۔ مگر ان کے لئے اکیلے کو دو گواہوں کی طرح مان لیا گیا۔۔معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو یہ بھی اختیار ہے کہ جس کسی کو چاہیں قرآن کریم کے احکام سے علحدہ کر دیں۔

(☆) سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اجازت دی کہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو ان کی وفات کے بعد غسل دیں' حالانکہ شوہر اپنی مُردہ بیوی کو غسل نہیں دے سکتا' کیونکہ عورت کی وفات سے نکاح بالکل ٹوٹ جاتا ہے (شامی)

(☆) حضور ﷺ نے ہجرت فرماتے ہوئے حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں تمہارے ہاتھ میں بادشاہ فارس کسریٰ کے سونے کے کنگن دیکھتا ہوں۔ اس فرمان کا نتیجہ یہ ہوا کہ امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں ملک فارس فتح ہوا اور کسریٰ کے طلائی کنگن حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کو پہنائے گئے۔ اور وہ کنگن آپ کے ہاتھ میں رہے۔۔دیکھو مرد کو سونا پہننا حرام ہے مگر سراقہ رضی اللہ عنہ کے لئے وہ کنگن جائز فرمائے۔ یہ حدیث دلائل النبوۃ وبیہقی میں مروی ہے۔

(☆) ایک بار حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عدّت وفاتِ شوہر کا سوگ حضور ﷺ نے معاف فرما دیا۔ یعنی چار مہینہ دس دن کے سوگ کو جو واجب ہے' ان کے لئے صرف تین دن کا سوگ رکھا۔ یہ واقعہ طبقات بن سعد میں ہے۔

(☆) ایک مرتبہ ایک صحابی کو مہر کی جگہ صرف سُورۃ قرآن سِکھا دینا کافی فرما دیا اور فرمایا **لایکون لاحدٍ بعدك مهرا** یعنی تیرے سوا اور کسی کے لئے یہ مہر کافی نہیں۔۔۔یہ واقعہ ابن السکن میں حضرت ابوالنعمان ازدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

(☆) حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف اور حضرت زبیر ابن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جن کے بدن میں سُوکھی کھجلی تھی ریشمیں کپڑے پہننے کی اجازت عطا فرمادی۔ یہ حدیث صحاح ستہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

(☆) حضور نبی کریم ﷺ نے امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو جنابت کی حالت میں بھی مسجد نبوی میں رہنا جائز فرمادیا۔ اس حدیث کو ترمذی وابویعلی وبیہقی نے حضرت ابوسعید حذری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور مستدرک وحاکم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس کے متعلق بیان نقل فرمایا ہے۔

(☆) حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالی عنہ کو سونے کی انگوٹھی پہننی جائز فرمادی۔ یہ واقعہ ابن ابی شیبہ نے بسند صحیح ابوالسفر سے روایت کیا ہے۔

(☆) حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی رعایا سے تحفہ لینا جو سب کے لئے حرام ہے' حلال فرمادیا۔ یہ واقعہ کتاب الفتوح میں منقول ہے۔

((حضور مخدوم الملت محدث اعظم ہند رئیس المتکلمین سید محمد اشرفی جیلانی قدس سرہٗ کی تالیف 'التحقیق الباری فی حقوق الشارع۔ حضور اکرم ﷺ کے تشریعی اختیارات' جس کے شارح وحاشیہ نگار ہیں رئیس المحققین حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی (اور حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی اشرفی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب 'سلطنتِ مصطفیٰ' کا مطالعہ کریں)) ☆☆☆

اگر خموش رہوں میں تو تو ہی سب کچھ ہے — جو کچھ کہا تو تیرا حُسن ہو گیا محدود

وَاٰخِرُ دَعْوٰنا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعالَمِيْن

وَصَل اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلیٰ خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْن